ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلہم بالتی ہی احسن

الحمد للہ والمنۃ کہ گنجینہ جواہر بے بہا وخزینہ نقود بے ہمتا یعنی مجموعہ رسایل نافعہ

مفید ملقب بہ

افادات احمدیہ

حصہ اول مشتمل بر

۱ دعوۃ الاسلام ۲ العجالۃ فی اثبات التوحید والرسالۃ ۳ ہدیہ احمدیہ فی سنیۃ الخطبۃ بالعربیۃ
۴ الدلیل الباہر علی صحۃ القولین فی شق القمر ۵ التحبیر فی اثبات التقدیر ۶ ابطال تناسخ
۷ القول الاعلی فی رؤیۃ اللہ تعالی ۸ القول المختصر فی ابطال جسمیۃ الرب الاکبر ۹ تفویض العلم
الی الباری فی حق الذراری

از افاضات فخر المحدثین سند الفقہاء والمتکلمین حضرت مولانا مولوی الحاج السید احمد حسن المحدث الامروہی قدس سرہ

(حسب ایماء)

صاحبزادہ حضرت مولانا مرحوم ومغفور اعنی مولوی سید محمد صاحب سلمہ

بہ تصحیح ونگرانی جناب فاضل علامہ مولانا مولوی محمد کفایت اللہ صاحب سلمہ الوہاب

دلی پرنٹنگ ورکس دہلی میں بحسن وخوبی چھپا ۱۹۱۵

محفوظ علی مہتمم مطبع دہلوی — بار اول تعداد طبع ایکہزار

فہرست مضامین کتاب افادات احمدیہ

دعوۃ الاسلام

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونومن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد ان سیدنا ونبینا ومولانا محمدا عبدہ ورسولہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین

بعد حمد وصلوۃ کے سچے دل سے اقرار کرتا ہوں میں اس بات کا کہ نہیں ہے کوئی معبود لائق عبادت و مستحق بندگی سوائے اللہ کے اکیلا ہے وہ نہ مرتبۂ ذات میں کوئی اس کا شریک و ساجھی ہے نہ مرتبۂ کمالات ذات یعنی مرتبہ صفات میں اور صدق دل اور سچے قلب سے اقرار کرتا ہوں میں اس امر کا کہ بے شبہ و بالیقین محمد صلی اللہ علیہ وسلم بندے ہیں اس کے مقبول اور رسول ہیں اس کے برحق۔

اے حاضرین جلسہ او ر اے حضرات مجلس یہ بندہ نحیف اور آپ حضرات بلکہ سب بنی آدم ایک ماں باپ کی اولاد ہیں

بنی آدم اعضائے یک دیگر اند که در آفرینش زیک جوهر اند

اس لئے ہر ایک پر ضرور ہے کہ باہمدگر ایک دوسرے کی پوری ہمدردی کرے اور کامل خیر اندیشی مجھ پر لازم ہے بحق ہمدردی آپ حضرات کی خیر اندیشی میں تا امکان کوشش کروں میں اپنے خدائے بزرگ وحدہٗ لاشریک لہٗ کو گواہ کرکے قسم کھاتا ہوں کہ مجھکو اس وقت کھڑے ہو کر جو کچھ عرض کرنا مقصود ہے اس سے صرف آپ حضرات کی خیر اندیشی مقصود ہے اپنا کوئی مطلب ذاتی نہیں۔ لہذا بہ ہزار نیازمندی یہ آرزو ہے کہ آپ حضرات میری جملہ معروضات کو فضول نہ سمجھیں اور انصاف کے ساتھ بہ توجہ خاطر سنیں۔

صاحبو بات یوں ہے کہ ہم اور آپ تمام بنی آدم تین حال سے خالی نہیں بعض وہ جو راہ مستقیم یعنی اس سیدھی راہ اور اسی سڑک پر جو ہمارے مقصود اصلی تک موصل ہو اور ہمکو تا مقصود پہنچا دے مضبوطی کے ساتھ قائم ہیں اور مستعدی کیساتھ اسپر چل رہے ہیں اور کسی حال میں اپنے قدم کو اس رستہ سے نہیں ہٹاتے اور بعض

وہ کہ طریق مقصود اور راہ مطلوب کو چھوڑ بالکل بے راہ ہو گئے ہیں اور بعضے وہ کہ گو وہ راہ مقصود پر چل رہے ہیں۔ مگر نہ باین استقامت و ستعدی و نہ باین استقلال و ثابت قدمی بلکہ گرتے پڑتے ٹھوکریں کھاتے راہ مقصود کو طے کرتے ہیں تیسرے اشخاص بہ نسبت اشخاص قسم اول جنھوں نے راہ مستقیم و راہ مقصود کو پکڑ رکھا ہے اور جن کا وصول الی المقصود ضرور متوقع گو ادنیٰ ہیں۔ مگر تاہم بہ نسبت اشخاص قسم ثانی وہ بھی اچھے ہیں اور انکی حالت گو خطرے سے خالی نہیں۔ لغزشوں کی اُفتاد اور ٹھوکروں کی مصائب کا ہر وقت سامنا مگر تاہم اُمید کہ گرتے پڑتے ایک روز مقصود تک پہنچ لیں۔ بخلاف قسم ثانی کے کہ اُن کا وصول الی المقصود کسی طرح متوقع نہیں اُن کی حالت بالکل خطرناک ہے اور عین حسرت مگر یہ مطلب جب سمجھ میں آسکتا ہے کہ پہلے یہ معلوم ہو کہ ہمارا تمھارا مقصود اصلی کیا ہے اور وہ سڑک اور وہ راہ مستقیم جو مقصود اصلی تک پہونچاوے کونسی ہے ؎

سو سنیے تمامی مخلوقات اور تمامی کائنات میں سے انسان ہر چھوٹے بڑے ادنیٰ و اعلیٰ مخلوق کا خواہ از جنس سماویات ہو یا از جنس ارضیات محتاج ہے اور ہر نوع مخلوقات کو نوع انسان سے بہمہ جہتہ استغنا۔ آپ حضرات اپنے کھانے پینے دوا و غذا صحت و مرض قیام و قرار نوم و یقظہ وغیرہ وغیرہ حالات کو اگر نظر غور سے نظر فرماویں تو واضح دیکھ سکتے ہیں۔ کہ در حقیقت ہم اپنے تعیش و بقار میں کسی نہ کسی مرتبہ میں ضرور ہر چیز کے محتاج ہیں۔ اور جملہ اشیار و تمامی مخلوقات کو ہماری کوئی حاجت نہیں سب کو ہم سے غنار ہے اور ہم کو سب کی حاجت اور یہ خود مسلم کہ محتاج الیہ اشرف نہ محتاج پھر کیا وجہ کہ باوجود اس ہمہ حاجت ہونیکے نوع انسان کو سب پہ فضیلت ہوئی اور اشرف المخلوقات ہونیکا خلعت زیبا مرحمت ہوا۔ ضرور ہے کہ انسان کو کسی ایسے بڑے کام اور اعلیٰ خدمت کیواسطے پیدا کیا ہے جسکے انعام و صلہ میں یہ بڑا منصب کہ وہ باین ہمہ حاجت اپنی محتاج الیہ اشیار پر فضیلت حاصل کرے اور سب سے افضل و اشرف قرار پاوے۔ عنایت ہوا تفصیل اس اجمال کی اور توضیح اس مقال کی یہ ہے کہ ہماری تمھاری حکمت و علوم بمقابلہ علم و حکمت باری عز و جل اس سے بھی کم ہیں۔ جیسے تابش ذرہ بمقابلہ نور آفتاب پس باوجود اس مرتبہ نقصان کے جبکہ ہمارا تمھارا کسی عاقل کا کوئی فعل عبث و فضول نہیں ہو سکتا اُس قادر مطلق محیط کل کا جو عین علم ہے اور عین حکمت کیونکر کوئی فعل عبث و فضول ہو سکتا ہے۔ تعالیٰ شانہ و عز مجدہ **صاحبو!** جیسے یہ مسلم ہے کہ آگ جلایا ہی کرتی ہے بجھاتی نہیں اس سے زیادہ یہ مسلم کہ حکیم علی الاطلاق

حکمت ہی کا کام کرتا ہے عبث وفضول افعال کا اُس سے سرزد ہونا اور مرتبۂ وقوع میں آنا بیشک محال اور شبہ
باطل پس ثابت اور کھلا ثابت کہ انسان کو عبث اور نکما نہیں پیدا کیا اور جملہ اشیار کو اگر انسان کے کام کیواسطے
پیدا کیا ہے تو ضرور انسان اپنے خالق کے کام کا ہوگا۔ اور اسکی بیشک ایسی مثال ہوگی جیسے گھاس و دانہ سائیس
واصطبل وغیرہ وغیرہ جملہ گھوڑے کیلئے ہوتے ہیں اور اُس کے کام کے تو گھوڑا خود مالک رئیس کیلیے ہوتا ہے اور
اوس کے کام کا۔ گرچونکہ جناب باری عزشانہ بہمہ جہت کسی کا محتاج نہیں سب اُس کے محتاج ہیں تو اُس عین کمال کا
کام اور اُسکی خدمت بجز بندگی و نیاز مندی اور اطاعت و فرمانبرداری کے کہ جس کا نتیجہ وصول الی الجنۃ و مقام
رضار خالق برتر ہے دوسرا نہوگا۔ پس ثابت ہوا کہ انسان کو خدمتِ خاصۂ بندگی و نیاز مندی کے واسطے
پیدا کیا ہے تاکہ مستحق دخول جنت ہو اور واصل بمقام رضا۔ یہی دخلِ جنت و مقامِ رضا اُس کی پیدائش کا
مقصود اصلی ہے اور یہی عبادت وبندگی اُس کے لئے سببِ موصل اور وہ راستہ جس سے طریقۂ عبادت
وبندگی معلوم ہو اُس کے لیے راہ مستقیم ہے۔ پس انسان اگر اس راہِ بندگی و عبادت سے جو اُس کے مقصود
اصلی کی راہ مستقیم تھی۔ برطرف ہوکر دوسری راہ لے اور سبیل رشاد سے ضلالت و گمراہی کو اختیار
کرے۔ تو یہ اُس کی اعلیٰ درجہ کی محرومی ہے اور بیشک اس کی ایسی مثال ہوگی۔ جیسے کہ کتاب پڑھنے
کے واسطے ہے اور یہی اُس کے وجود سے مقصود مگر کوئی کتاب سے پڑھنے کا کام نہ لے اور اُسکو
جلاکر روٹی پکائے گو اس صورت میں روٹی پکانے والے کا مقصود حاصل ہوگیا۔ مگر خود کتاب کے حق
میں بڑی کم نصیبی ہوئی اور پوری محرومی اور خود ذاتِ باری جل وعلا چونکہ اپنے مرتبۂ ذات و
صفات میں بہمہ جہت کامل ہے۔ بلکہ عین کمال تو ہماری یہ جملہ عبادت و بندگی اور یہ تمام عبادت
وفرمانبرداری خود ہمارے ہی حق میں مفید ہوگی اور یہ جملہ تمرد و نافرمانی ہمارے ہی حق میں مضر اور
اسکی ذات عینِ کمالات کو جل شانہ و تعالت عظمتہ نہ کسی کی عبادت سے کوئی نفع اور نہ کسی کے معاصی
ونافرمانی سے کوئی ضرر۔ ہمارے تمھارے یہ اعمالِ نیک و بد فوارہ وار ہم ہی سے نکلتے اور سرزد ہوتے ہیں
اور اعمالِ نیک کا اثرِ نیک یعنی دخلِ جنت و مقامِ رضارِ باری تعالیٰ اور اعمال بد کا اثر بد یعنی دخل جہنم
و مقامِ غضبِ الٰہی خود ہم ہی پر پڑتا ہے اور خود ہم کو ہی اس سے تعلق۔ ذات و صفات باری کو بہمہ
جہت اُن سے اور اُن کے آثار سے بے نیازی اور بہمہ وجوہ استغنار تعالیٰ شانہ و عز مجدہ اب
یہ شبہ کہ اِس بے نیازی کے ہوتے ہوئے انسان کو اپنی عبادت و بندگی کے واسطے کیوں پیدا کیا

اور یہ عبادت اُسکی پیدائش کی کیوں غرض ٹہیری اور مقصودِ اصلی۔ امورِ نافعہ و مفیدہ کو بلفظِ غرض و مطلب و بعنوان
مقصودِ اصلی تعبیر کرسکتے ہیں۔ نہ غیر مفیدہ کو۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ غرض دو قسم پہ ہے۔ ایک وہ کہ نقصانِ
فاعل پر مرتب ہو اور فاعل کو اُس کے وجود سے خود اپنی تکمیل مقصود ہو مطلب یہ کہ نقصانِ فاعل رفع ہو۔ دوسرے
وہ کہ خود کمالِ فاعل اُس کا منشا ہو مطلب یہ کہ دوسری اشیاء کی۔ جو مرتبہ کمالات سے خالی ہیں تکمیل فرمائی جاوے
اور اپنے فیوضِ کمالات سے اُن کو مستفیض فرمایا جاوے مثال اگر درکار ہے۔ لیجئے فقراء و محتاجین و اشخاص ناقصین
کی بوجہ تہیدستی و نقصانات اپنے استکمال میں اغنیاءِ زمانہ و کاملینِ وقت کے ساتھ جیسے کہ غرض وابستہ
ہوتی ہے۔ اور وہ اُن کی فیض رسانی و داد و دہش کے محتاج۔ اغنیاءِ زمانہ و کاملینِ وقت کی غرض اپنی عطائے
وجود میں فقراء و ناقصین کے ساتھ وابستہ ہے۔ فرق اتنا کہ منشاء اول کا اگر نقصان و بے کمالی ہے تو منشاء ثانی
کا عین کمال۔ افعالِ باری کا معلل بالاغراض ہونا غرض بالمعنی الاول پر مبنی ہے نہ غرض بالمعنی الثانی پر۔ اس
تقریر سے واضح ثابت ہوگیا کہ عبادت و بندگی و اطاعت و فرمانبرداری انسان کا مقصودِ اصلی ہے۔ اور
جو رستہ کہ اس مقصودِ اصلی پر پہنچاوے۔ اُس پر چلنا صورتِ کامیابی۔ اور اُس سے برطرف ہو کر دوسری راہ
اختیار کرنا پوری محرومی۔ رہا یہ خلجان کہ اگر وجودِ انسان اصلی ہو۔ اور اُس کا خانہ زاد نہ کسی کے ارادہ سے صادر
ہو نہ کسی کی قدرت سے مخلوق نہ کوئی اُس کا خالق اور نہ وہ کسی کا مخلوق۔ تو پھر یہ مدعا کیونکر ثابت اور یہ کہنا کیونکر
صحیح۔ کہ کسی کا حق عبادت اُس پر واجب ہے اور یہی عبادت و بندگی اُس کی پیدائش کا مقصودِ اصلی۔ سو سنئے صفات
کی دو قسمیں ہیں ایک بالعرض۔ دوسری بالذات۔ صفات بالعرض وہ کہ اپنے موصوفات سے جدا ہوسکیں
اور فی مابین اُن صفات اور موصوفات کے علاوہ دوئی و اثنینیۃ ہو نہ رابطۂ اتحاد و عینیۃ اور بوجہ اس علاقہ
اثنینیۃ و دوئی کے وہ اپنے موصوفات سے سابقاً اور لاحقاً انفصال کو قبول کریں عدم سابق نیز اُن کو محیط ہو اور
عدم لاحق نیز اور صفات بالذات وہ جو اپنے موصوفات سے جدا نہ ہوسکیں اور نہ انفصال کو قبول کریں اُن کو
اپنے موصوفات سے رابطۂ اتحاد و عینیۃ ہو نہ مثل صفات بالعرض علاقہ دوئی و اثنینیۃ وہ اپنے موصوفات
سے کسی مرتبہ سابق یا لاحق میں انفصال و انفکاک کو نہ قبول کرسکیں۔ وجودِ ذات عین وجودِ صفات ہو اور
عدمِ ذات عین عدمِ صفات یہ نہ ہو کہ وجودِ ذات کسی مرتبہ میں عدمِ صفات کے ساتھ پایا جاوے۔
قسمِ اول یعنی صفات بالعرض کا وجود جب مرتبۂ سابق علی الوجود یعنی مرتبۂ ذاتِ موصوف میں نہیں تو
ضرور وہ صفات اُن موصوفات کی خانہ زاد صفات نہونگی۔ بلکہ مستعار من الغیر ہوں گی اور اسی غیر سے مستفاد

اور اُسی کا ظلِ عنایت اور پرتوِ کمال اُسی کے لئے یہ جملہ صفات خانہ زاد ہونگی۔ اور وہی اُن صفات کے ساتھ
موصوف بالذات یعنی وہ اپنے اتصاف بہذہ الصفات میں کسی دوسرے کا محتاج نہ ہوگا۔ اور دوسرے
سب اُس کے محتاج بالجملہ اُس موصوف بالذات پر اِن صفات عرضیہ کے وجود کا منتہی ہونا ضرور ہوگا
اور کیوں نہو تسلسلِ وجود ما بالعرض سب کے نزدیک منجملہ محالات ہے۔ اور انتہار وجود ما بالعرض الی ما
بالذات بحکم عقل سلیم عند الکل از جملہ واجبات پس تمامی مخلوقات جن کا وجود نہ ازل سے ہے نہ الی الابد
رہے گا ظاہر ہے کہ ایک زمانہ وہ تہا۔ کہ ہم اور تمامی کائنات پردۂ عدم میں مستور تھے اور ایک وقت
وہ آنے والا ہے جس میں ہم سب نیست و نابود ہوجائیں گے اور نام و نشان ہم سب کا صفحہ ہستی سے مٹ
جائیگا پس یہ زوال اور انفصال باعلی ندا پکار رہا ہے کہ ہماری ہستی و وجود خانہ زاد نہیں مستعار ہے اور
مستفاد من الغیر اور جیسے کہ زمین کا نور یا پانی کی گرمی آفتاب کے نور یا حرارت آتش کا فیض ہے اور اُسکی
عطا ایسی ہی ہمارا تمہارا وجود نیز کسی ایسے کا فیض و عطا ہوگا جس کا وجود خانہ زاد ہو۔ اور اُس کی صفت
اصلی حرارت و نور کا سلسلہ جیسے آتش و آفتاب پر ختم ہوتا ہے اور عالم مخلوق میں کوئی آفتاب اور آگ سے
اوپر ایسا نہیں جس کے فیض سے آفتاب منور ہو۔ یا آگ گرم۔ ایسے ہی ہمارا تمہارا وجود و ہستی جس کا فیض ہوگا
اُسی پر سلسلہ وجود ضرور ختم ہوگا۔ اور اُس سے اوپر کوئی غیر ایسا نہ ہوگا جس سے اُس کا وجود مستفاد ہو اور
اُس غیر کا ظل و عکس۔ بلکہ وجود حقیقی اُس کی صفت اصلی ہوگی۔ اور وہی اُس وجود حقیقی کے ساتھ متصف
بالذات اُسی موصوف بالذات کو ہم خدا کہتے ہیں اور سچا معبود اس تقریر سے ثابت ہوا کہ وجود انسان مخلوق
ہے۔ اور اُس خالق برتر کا پیدا کیا ہوا۔ اور گو یہ ثابت ہو چکا کہ انسان بغرضِ عبادت پیدا ہوا ہے اور یہ عبادت
و فرمانبرداری اُس کی خلقت کی مقصود اصلی۔ مگر دوسرے عنوان سے نیز یہ مدعا ادا ہو سکتا ہے۔

صاحبو۔ یہ ظاہر کہ کسی کی اطاعت و فرمانبرداری اور بندگی اور نیازمندی انسان سے کہ بے قیدی اور
آزادی اس کا مقتضا ہے بغیر محبت ناممکن اور تاوقتیکہ اپنا نفع و ضرر اُس دوسرے کے دست قدرت میں
نہو کسی دوسرے کا مطیع ہو کر رہنا اور یہ بار گراں اطاعت و فرمانبرداری اپنے سر رکہنا نوع انسان کو دشوار
اور مسلم کہ وجوہِ عشق و محبت چار ہیں اور ان ہی چار میں منحصر جمالؔ۔ و کمالؔ۔ و احسانؔ و قرابتؔ اور ہر ایک
اُن میں سے ایسی علتِ مستقلہ کہ ان میں سے ایک کا وجود بھی ولو کان بالعرض واسطہ محبت کے لیے
کافی۔ باری عز و جل جمیل و کامل ایسا جسکا جمال و کمال اصل حقیقی اور دوسروں کا جمال و کمال اُسی کے عطاء وجود کا اثر

احسان اُس مرتبہ کامل کہ بلا سابقہ استحقاق اپنے فیوض کمالات کے ساتھہ مستفیض فرمایا اور وجود اور کمالاتِ وجود کے ساتھہ ہم سب کو نوازا قرابت ایسی قوی کہ وہ ہمارے مرتبہ ذات سے قوی تر اور ہمارے نفس سے قریب تر۔ آسے حضرات جبکہ بہ شہادت عقل سلیم یہ ثابت کہ ہماری تمھاری ہستی و وجود تمامی کمالات اُسی خالق برتر کے وجود و ہستی کے ظل عنایت سے صادر۔ اُسی کے کمالات کے پرتو اور یہ مسلم کہ ظل کا وجود ذی ظل پر موقوف بلکہ وجود و سائر کمالات جو حقیقۃً و اصالۃً اولاً و بالذات موصوف اصلی و ذی ظل کے ساتھہ قائم ہوتے ہیں۔ اور ثانیاً و بالعرض و بطور مجاز موصوف بالعرض کیساتھہ قائم اور اوس میں جلوہ گر۔ پس جیسا کہ مرتبہ مجاز و مرتبہ موقوف کو اپنے مرتبہ ذات سے یعنی مرتبہ موقوف علیہ اور مرتبہ حقیقت سے زیادہ قرب و وابستگی ہوتی ہے۔ ایسے ہی ہمیں اور تمھیں اپنے مرتبہ ذات سے زیادہ اور قوی مرتبہ ذاتِ باری جل وعلا سے قرب و وابستگی ہوگی او سوہ بھی اس مرتبہ کہ اپنی حقیقت اور ذات کے ادراکِ اصلی و علم واقعی سے پہلے اس کا ادراک ہاں قرابت نسبی ہوتی یعنی قرابت بہذا المعنی کہ کوئی اس کا باپ ہو یا اُس کا بیٹا کسی کو اس سے رابطہ اخوت ہو یا رابطہ بنوت ناممکن وہ تعالیٰ شانہ بے نیازِ محض سبوح و قدوس ہر قسم کے عیوب سے منزہ و مقدس مخلوقات سراپا عیب سراپا حاجت و بالخصوص نوعِ انسان کہ سب سے زیادہ محتاج تر حدوث و امکان وغیرہ عیوب کے سوا اکل و شرب بول و براز وغیرہ معائب میں ملوث۔ پس مخلوقات میں سے کسیکو ولو کان ملکاً و لو کان نبیاً و رسولاً ان نقائص و معائب اور ان حوائج کے ہوتے ہوئے اُس سراپا کمال بے نیاز محض سے کیونکر علاقہ قرابت نسبی ہوسکتا ہے حاشا ثم حاشا بڑی غلطی کی اور فاش غلطی کی جنھوں نے اس بدیہی فرق کو نہ سمجھا اور کسی مقرب کو اس کے قرب مرتبہ سے دہوکا کہا کر اس بے نیاز محض کا بیٹا کہا یا بیٹی کبرت کلمۃ تخرج من افواھہم ان یقولون الا کذباً بالجملہ جب کہ ذات باری جل و علا میں یہ ہر چہار وجوہِ محبت و عشق بالاصالۃ علیٰ وجہ الاتم والاکمل موجود۔ تو اُس فی انت عین الکمالات کے ساتھہ ہر مخلوق کو علاقہ فریفتگی و محبت ہونا ضرور اور ہر جذرِ قلب میں اُسکی نارِ عشق ہونی لازم۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ہر ایک کے جذرِ قلب میں مومن ہو یا کافر مادہ ایمان و اطاعت جسکی تعبیر نارِ عشق و تخم محبتِ خداوندی ہے موجود ہے

برائے سجدہ محراب ابرو بدلہا ذوق ایمان آفریدند

نیز جب تمامی کمالاتِ وجود و توابعاتِ وجود سب اُسکی عطا و جود سے اور مثل عطا سلب اُس کا نیز

مقدور اور نیز ہمارے نفع و ضرر دونوں پر اُسکو دست قدرت پس وہی منعم حق و معطی مطلق ان سب کا مالک
اصلی ہوگا اور حاکم حقیقی اور ہم سب اُس کے مملوک اور محکوم اور نفع و ضرر ہمارے دونوں اُس کے مقدور
پس بحق مملوکیت اور محکومیت ہم سب پر اُس کی اطاعت و فرمانبرداری ضرور۔ اور بحق مالکیت نفع
و ضرر اُس کا حق عبادت و بندگی ہم سب پر لازم اور بیشک نافرمانی اُس کی بحکم بغاوت اور جبکہ ہم اپنے
تمامی کمالات میں روحی ہوں یا بدنی جانی ہوں یا مالی بکل الاعتبار و بہمہ جہت اُس کے عطاء وجود
کے محتاج ہیں اور یہ سب اُس کی عین عطا ہے۔ یا اُس کی عطاء وجود پر مترتب اور اس جملہ عطاء وجود
میں اُس عین کمالات کا نہ کوئی ساجھی نہ شریک پس وہی وحدہ لاشریک لہ ہمارے تمھارے مراتب
روح و بدن جان و مال کا مالک مطلق ہوگا اور منعم برحق اور تصرفات کا تابع ملک ہونا اور علی قدر الملک
ناقصاً و کاملاً اُن کا مرتبہ وقوع میں آنا خود مسلم پس اُس مالک علی الاطلاق قادر و توانا کو بے شبہ
ہر قسم کے تصرفات کا کہ جو چاہے سو کرے حق صحیح ہوگا۔ اور کسیکو نہیں پہنچ سکتا کہ اسپر کسی نوع
تصرف کو واجب کہے اور کسی نوع کو ناجائز اور ناممکن اُس کے ہر نوع تصرف پر نہ کوئی اعتراض
کر سکتا ہے نہ جرح۔ یہ جب ہو سکتا ہے کہ ملک تام و ناقص ہو نہ بہمہ وجوہ تام اور جبکہ وہ بہمہ وجوہ
علی الوجہ الاکمل مالک ہے اپنے ملک میں جو چاہے وہ تصرف کر سکتا ہے۔ اعتراض کرنا اور جرح کا ورود
کیونکر صحیح۔ نیز اعتراض کرنا اور اُس کے کسی نوع تصرف کو ناجائز کہنا خود اس پر موقوف کہ اعتراض
کرنے والا حاکم ہو اور جسپر اعتراض کرتا ہے وہ محکوم مگر شاید یہ خلجان ہو کہ گاہے رعایا حاکم پر بیٹا باپ
پر شاگرد و مرید استاد و پیر پر اعتراض کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ جملہ محکوم ہیں نہ حاکم سو اس کا یہ جواب ہے
کہ یہاں پر بناء اعتراض نیز حکومت پر ہے یہ سب منجانب عقل اعتراض کرتے ہیں یا منجانب
شرع زبان اُن کی ہوتی ہے اور اعتراض یا قانون عقل کا ہوتا ہے یا شریعت کا اور یہ ظاہر کہ عقل
اور شریعت کے سب محکوم ہیں اور عقل و شرع سب پر حاکم بالجملہ وہ خالق برتر چونکہ جملہ اشیاء کا بہمہ
جہت و بہمہ حیثیت مالک برحق ہے اور حاکم برحق اور سب اُس کے مملوک و محکوم اُس پر ورود جرح
کیونکر صحیح لاریب اُسکو حق صحیح ہے کیف یشاء تصرف کرے اُس کا ہر تصرف صحیح و حق ہے۔
اور عین عدل اُس کے کسی نوع تصرف کو نہ ظلم کہہ سکتے ہیں نہ باطل و ناجائز ظلم جب تھا کہ ملک غیر
ہوتی اور ہم اُس ملک غیر میں تصرف۔ جب تمامی اشیاء اُس کی ملک ہیں تو ظلم کہنا خود ظلم ہے

البتہ وہ مالک حقیقی گو قادر علی کل شئے ہے جو چاہے سو کرے مگر چونکہ حکیم علی الاطلاق ہے اور عالم بعلم کل رحیم ہے اور کریم۔ لہذا اُس کا کوئی تصرف اور کوئی فعل خلاف حکمت نہیں ہو سکتا اور اس کی مشیت اور اس کا ارادہ کبھی ایسے تصرف کے ساتھ کہ خلاف حکمت ہو یا خلاف رحم و کرم متعلق نہیں ہوتا یہی وجہہ کہ بمقتضائے حکمت کاملہ نظر مجموعہ عالم بضرورت حسن مجموع بروں کو اچھوں کے ساتھ نیز پیدا فرمایا۔ مگر جیسے کہ خط و خال اپنے مرتبہ ذات و مرتبہ تفرد میں گو قبیح و مذموم ہیں۔ مگر مجموعہ چہرہ محبوب کے واسطے باعث افزونی حسن۔ قاتل ظالم کا مارنا اور چور کا قطع ید کرنا گو قاتل اور سارق کے حق میں مذموم اور زبون اور باعث بدنامی ہے۔ مگر مجموعہ سلطنت کے واسطے و مجموعہ رعایا کے حق میں موجب انتظام و مورث حفاظت جان و مال معہذا یہ برائی گو فی حد ذاتہ فی مرتبۃ التفرد برائی ہے۔ مگر مجموعہ عالم کے لیئے باعث افزونی حسن نیز چونکہ اطاعت اسی کو کہتے ہیں کہ دوسرے کی خاطر اپنے خلاف طبیعت کا کاربند ہو۔ اور اس مخالفت نفس اور خلاف طبیعت کا درد و دکھ جھیلے اسی ضرورت سے مادہ اطاعت کہ جز ملکوتی اُس کی تعبیر ہے۔ گو ہر انسان میں تھا۔ مگر اس پر نہ کتفا فرمایا۔ مادہ ہوا و ہوس و خواہشات نفسانی کہ جز بہیمی اس سے عبارت ہے اور مادہ عصیان اور نافرمانی کہ جز شیطانی اس کا عنوان نیز اُس میں زیادہ کیا اور ترکیب انسانی گویا ان تین اجزاء اور تین اخلاط سے قرار پائی گاہے اطاعت گاہے ہوسہائے نفسانی کا صدور اور ان آثار متضادہ کا اپنے اپنے اوقات میں ظہور اِس دعوے کی عمدہ دلیل فان الواحد لا یصدر عنہ الا الواحد ضرور ہے کہ حقیقت انسانی میں یہ تینوں موجود اور مقصود یہ کہ انسان باوجود ان نوازعات کے کہ اسکے جذبہ معصیت و نافرمانی و جذبہ ہوائے نفسانی موجود۔ مگر لازم کہ اپنے منعم حقیقی اور محبوب اصلی اور مالک برحق اور حاکم مطلق کی حق شناسی کرے اور جز ملکوتی کو ان دونوں جز شیطانی و جز بہیمی پر اس مرتبہ غالب کرے کہ سراپا اطاعت ہو کر رہیں اور سچا بندہ اور بشوق وصل محبوب حق اس کی سچی طلب میں ہر وقت اس مخالفت و خلاف طبیعت کے درد و غم کی پوری برداشت کرے اسی بنا پر نوع انسان کی تھوڑی عبادت باوجود مخلوط بالمعاصی ہونے کے لائق قدر ہوئی اور اس کو بغرض عبادت و اطاعت پیدا کیا۔ اور گروہ ملائکہ جن میں سوائے مادہ عبادت کوئی جاذبہ مخالفت نہیں باوجود اُن کی کثرت عبادت خاصہ کے نہ یہ عظمت فرمائی نہ قدر و منزلت اور نوع انسان کو تمامی مخلوقات پر

یک طرف نوعِ ملائکہ پر بھی فضیلت بخشی ہے

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو ۔۔۔ ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

اس تقریر سے کھلا ثابت کہ انسان باوجود اس حالت کے کہ احتیاج الی الخالق ایک طرف مخلوقات میں سے ہر شئے ادنی و اعلی کا محتاج اور ہمہ حاجت ہونا انسان کا گویا عنوان اور بربنار ہمہ حاجت ہونے کے اسپر یہ بار عظیم کہ بندہ ہو کر رہے۔ اور تمامی اوامر و نواہی ربِ برحق کا مکلف ہے

سراپا آرزو ہونے نے بندہ کردیا ہم کو ۔۔۔ وگرنہ ہم خدا ہوتے جو دل بے آرزو ہوتا۔

لیکن خالق برتر نے انسان کو اپنی خدمتِ خاصہ یعنی عبادت و اطاعت کے واسطے پیدا کیا ہے لہذا اس کے انعام و صلہ میں اسکو یہ خلعت زیبا مرحمت کہ تمامی مخلوقات پر اس کو فضیلت اور خلاصہ یہ کہ تمامی مخلوقات انسان کے واسطے اور انسان خود خدا کے لیے ہے

ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرماں بردار ۔۔۔ شرطِ انصاف نہ باشد کہ تو فرماں نبری

اس منصبِ عظمی اور اس مرتبہ علیا کا بیشک یہ مقتضی تھا اور ہے کہ جیسے پختہ و مضبوط مکانات اور عمدہ تعمیرات کی درستی و ریخت میں مکانہائے خام اور بوسیدہ و ناپسندیدہ کو صَرف کرنا عین مقتضائے عقل اور عین مقتضائے حکمت اسی طرح بیش بہا و اعلی درجہ کے بقار و تعیش میں دیگر اشیار دنیا کو اگر صَرف میں لایا جاوے عین عدل ہو اور عین حکمتِ بالغہ اس اشرف المخلوقات نوع انسان کو اگر تمامی مخلوقات پر تصرف دیا جاتا زیبا تھا۔ مگر یہ بھی تقاضار کرامت ہے اور مقتضائے حکمت کہ جس چیز کو یا جس تصرف کو فی حق الانسان مضر سمجھا اسکو ممنوع فرمایا۔ اور جسکو نافع اسکو مباح۔

صاحبو! اس تقریر سے انسان کا مخلوق ہونا اور بغرض عبادت اس کا پیدا کیا جانا بخوبی ثابت و متحقق ہوا۔ رہی یہ بات کہ وہ راہِ مستقیم کہ اس مقصود اصلی تک پہنچادے۔ اور اس پر سلوک موصل جنت ہو۔ اور موجبِ رضار خالقِ برتر کیا ہے اور کونسا سو باللہ العظیم ثم باللہ العظیم سوائے دینِ حق اور مذہب صحیح و مقبولِ محمدی علی صاحبہ الف الف صلوۃ وسلام کوئی مذہب ایسا نہیں جس کے عقائد و اعمال کی غلطیاں باعث ترکِ رہگذر نہوں۔

صاحبو! اس دین مرضی کے دو اصول ہیں ایک توحید یعنی یہ اعتقاد کہ مستحق عبادت ایک ہے وحدہٗ لاشریک لہٗ نہ کوئی اس کا شریک ہے۔ نہ ساجھی دوسرے اقرارِ رسالت یعنی یہ اقرار و اعتقاد کہ محمد صلعم

اُس کے رسول برحق ہیں اور سچّے نبی۔ سو اگر انصاف ہو۔ اور عقل سلیم سے کام لیا جاوے تو یہ دونوں اصول حقہ بداہت عقل سے ثابت اور عقل سلیم اُس پر شاہد عدل اور سچا گواہ یہ بات کہ معبود حق ایک ہے۔ وہی سب کا خالق ہے اور وہی سچا مالک وہی محبوب حقیقی ہے۔ وہی حاکم اصلی۔ تقریرات سابقہ سے بشہادۃ خود ثابت یعنی جب یہ ثابت کہ وجود جملہ کائنات اُن کا خانہ زاد نہیں۔ بلکہ بالعرض ہے۔ اور موصوف بالذات اور موجود بالوجود الاصلی کا ظل و عکس۔ اعدام وجود و کمالات وجود گویا ممکنات کے صفات اصلیہ ہیں اور وجود و بود و تمامی کمالات جو انوار کمالات باری ہیں آئینہ وار اُن میں جلوہ گر وہ اپنی ہستی ذات و صفات میں اُس عین کمال ذات باری کے محتاج اور سائر کمالات اُس ذات باری کے لیئے بالاصالت ثابت ہے جوں سایہ نمود اپنی نہیں سے ہے وگرنہ کچھ ہم میں نہیں غیر عدم اور زیادہ اور چونکہ سلسلہ وجود ان تمامی موجودات بالعرض کا اُس موصوف بالذات پر ختم ہوتا ہے لازم کہ اُس کا وجود اصلی اُن تمامی وجودات ظلی کو محیط ہو۔ اور اپنے وجود ہستی میں کسی کا محتاج نہ ہو۔ اُس کے جمیع کمالات خانہ زاد ہوں اور اُس کا مرتبہ تحقق ذات عین مرتبہ تحقق صفات لہذا بداہتہً ثابت کہ وہ ذات عین کمال وجود اصلی و حقیقی کے جملہ مراتب کو احاطہ کرے اور سب پر مشتمل ہو اور کوئی مرتبہ مراتب وجود اصلی کا ایسا نہ ہو جو اُس کے مرتبہ ذات کے واسطے نہ ثابت ہو۔ ورنہ جس مرتبہ وجود کا عدم ہوگا اُس کے ثبوت میں احتیاج الی الغیر ہوگی اور اُس کا واجب الوجود اور موصوف بالذات ہونا غلط ہوگا پس لازم کہ اُس واجب الوجود موصوف بالذات کیواسطے جملہ مراتب وجود اصلی ثابت ہوں۔ اور اُسکی ذات عین کمالات کا تحقق جملہ مراتب وجود اصلیہ کا تحقق ہو۔ اور واضح ثابت کہ جس کے جملہ مراتب وجود اصلیہ اُس کے لیئے ہوئے اور کوئی مرتبہ مراتب وجود میں سے باقی نہ رہا۔ تو لازم کہ غیر اُس کا یا مرتبہ عدم بحت میں ہو یا موجود بوجود ظلی ہو۔ ممکن اور مخلوق بندہ ہونا اُس کو لازم اور اگر مرتبہ عدم بحت میں ہو۔ تو وجود اُس کا ممتنع اور محال اور یہ عدم اُس کا مقتضائے ذات بالجملہ کھلا ثابت کہ وہ وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے اور کوئی ایسا نہیں جو مرتبہ ذات میں اُس کا شریک ہو۔ یا مرتبہ صفات میں اور اُس کا وجود یا اُس کی کوئی صفت جو منجملہ توابعات وجود ہو۔ اُس کی صفت اصلی و ذاتی ہو۔ ممکنات کی اُن صفات کو جن کا عادۃ اللہ کی بناپر نہ انفکاک ہو۔ نہ زوال ذاتی کہنا یا از جملہ لوازم ذات مجرد اصطلاح ہے۔ ورنہ ممکن کے تمامی کمالات بالعرض ہیں اور اُس موجود اصلی کا ظل و عکس مجردات و مادیات و ارضیات

وسماویات سب اس بات میں مساوی جس نے وجود و بود اور یہ صفات عطا فرمائی ہیں کہ کوئی ان میں سے متحرک ہے اور کوئی ساکن کسی متحرک کی حرکت علی وجہ الاستدارہ ہے اور کسی کی علی وجہ الاستقامت لاریب وہ قادر ہے جب چاہے ان تمامی اشیاء کو فنا کرے اور اُن کی صفات موجودہ کو جب چاہے توڑ اور جوڑ دے اور جب چاہے ان میں خرق والتیام واقع فرمائے۔ جلت ذاتہ وتعالت عظمتہ ذات باری کے سوائے کسی کو ازلاً وابداً موجود کہنا یا اُس قادرِ مطلق کی صفتِ ایجاد کو کسی غیر کے وجود پر موقوف بتلانا توحیدِ ذات وتوحیدِ صفاتِ باری کو باطل کرنا ہے۔ بلکہ واجب اپنی صفت ایجاد وخلق میں چونکہ اُس کا محتاج اور خلقِ کائنات اُس غیر پر موقوف تو لازم کہ بوجہ اس احتیاج کے نہ واجب واجب رہے اور نہ مستحق عبودیت نیز وہ غیر اگر غیر مخلوق ہے تو کھلا شرک اور اگر مخلوق ہے تو خلق اُس کا یا خود اسکے وجود پر موقوف یا کسی دوسرے کے وجود پر شق اول کو دور لازم اور شق ثانی تسلسل کو مستلزم اور دونوں باطل اور اگر صفت ایجاد وخلق اسکی کسی غیر پر موقوف نہیں تو خالق برتر کا اپنی صفتِ ایجاد وخلقِ کائنات میں محتاج الی وجود الغیر ہونا باطل

صاحبو! ایجاد اسی کو کہتے ہیں کہ نیست کو ہست فرمایا جاوے۔ اور بجائے عدم ونیستی اسکو وجود وہستی عنایت ہو۔ ممکن کا عدم اصلی نہیں۔ اور نہ ذات ممکن اُس عدم کی علت مستقلہ اور نہ اُس عدم کو مقتضی عدم تعلقِ ارادۂ باری اور عدم مشیتہ تعالیٰ جیسے اُس کے عدم کی علت تھی ایسے ہی ارادہ ومشیتہ باری اُس کے وجود کو مقتضی بالجملہ وہ عدم زائل اور بوجہ وجودِ علت بجائے اُس کے وجود قائم۔ یا جیسے مجاورۂ نار سے پانی کی برودت مستور اور حرارت ظاہر ایسے ہی ممکن کا عدم مستور اور بوجہ فیضِ باری وجود ظاہر کیونکہ ہست کو ہست کرنا تحصیل حاصل ہے اور کھلا محال۔ اور ایک ہست کو دوسرے ہست سے ربط دینا تصویر ہے۔ نہ تخلیق مخصوص بذات الباری۔ ہاں اہل صناعت کا اثرِ فعل واثرِ صناعت یہی ہے کہ وہ ایک ہست وموجود کو دوسرے ہست وموجود کیساتھ مربوط کرتے ہیں۔ بالجملہ کھلا ثابت کہ ایجاد وخلق اسی کو کہتے ہیں کہ نیست ونابود کو موجود وخلق فرمایا جاوے۔ کھلا ثابت ہے کہ فعل خلقِ باری کسی دوسرے پر موقوف نہیں اور نہ کوئی مخلوق ذاتاً ازلی وابدی ہے۔ اور نہ صفاتاً لاریب وہ ذاتِ باری منفرد الذات ہے۔ و منفرد الصفات واحد لا ند لہ ولا ضد لہ وہی مستحق عبادت ہے وہی خالق اور وہی محبوب حقیقی اور وہی اصالۃً جملہ کائنات کا مالک اور وہی حقیقتاً سب پر حاکم

تمامی کائنات ذرہ وار اُسی کے اظلال عنایت سے موجود پس اُس محبوب حق منعم برحق مالک اصلی حاکم حقیقی کی اطاعت و فرمانبرداری سب پر لازم اور یہ حق اطاعت و حق بندگی و عبودیت ہم سب پر واجب الادا اور یہ ظاہر ہے کہ حقوق واجب الادا کے ادا کرنے میں کوئی استحقاق اجر نہیں۔ بلکہ یہ جملہ عبادات و بندگی چونکہ بمقابلہ انعامات غیر متناہیہ باری ہیں ہم اور آپ جن کا وجود۔ وجود متناہی اور ایک مقدار زمانہ کے ساتھ محدود۔ پھر زمانہ تکلیف بعد البلوغ اور وہ بھی بایں طور کہ جملہ اوقات شبانہ روزی میں کل پانچ وقت پس ظاہر اور کھلا ظاہر کہ یہ عبادات قلیلہ بمقابلہ ان نعمائے کثیرہ غیر متناہیہ کے لائق اس کے بھی نہیں کہ قبول ہوں چہ جائیکہ استحقاق اجر لاریب اُس منعم برحق کی ذرہ نوازی ہے۔ کہ مثل سلاطین عظام و شاہان دنیا اپنی رعایا کے تھوڑے نذرانہ کو جو اس کے حقوق سلطنت کے مقابلہ میں نہ کوئی نسبت رکھتا ہے۔ نہ اس کا خزانہ عامرہ اس کا محتاج آنا نہ آنا اس کا دونوں مساوی۔ مگر یوں سمجھکر کہ آخر اس نے اپنے کو رعیت سمجھا۔ اور ہمارے حقوق سلطنت کی حفاظت کی نہ کبھی بغاوت کی نہ گاہے سرتابی۔ جو کچھ بن پڑا لیکر حاضر ہوا قبول فرماتے ہیں ایسے ہی وہ منعم برحق ہماری اس بندگی اور اطاعت کی قدر فرماتا ہے اور بنا بر علی فضلہ الکریم اس کو قبول اور وہ بھی اس طرح کہ اس کے صلہ و انعام میں جنت کو جو ہر طرح کی نعمت اور ہر قسم کی لذات روحانی و جسمانی کا گھر ہے اس کی بشارت اور مقام رضا اور دولت دیدار کے ساتھ جس کو دولت وصال کہئے مشرف۔ مگر یہ بھی یاد رہے کہ جملہ قدردانی رعایائے مخلص کے اخلاص و خلوص قلب کی بات ہے۔ ورنہ بصورت نافرمانی و سرتابی اور سرکشی مثل سزائے قید و جیل خانہ سزائے جہنم سے جو دار غضب الٰہی ہے اور ہر قسم کی شدائد و تکالیف شاقہ کا گھر سزایاب ہونا ضرور اور اندیشہ غضب دائمی کے ساتھ خطرناک ہونا لازم ہاں رعایائے فرمانبردار میں سے اگر کوئی کھوٹی عبادت پیش کرے یعنی وہ عبادات جن کے تمامی حقوق نہ ادا ہوئے ہوں اور بمقتضائے غفلت و کاہلی نہ بمقتضائے سرتابی و سرکشی کچھ معاصی نیز ان عبادات کے ساتھ ہوں اور وہ بندہ معترف بقصور ہو کر نادم ہو اور بہ ہزار ندامت و نیازمندی اپنی تقصیرات کی معافی چاہے تو اُن عبادات کاسدہ کی قبولیت تو جیسے شاہان دنیا اپنی مخلص رعایا کا کھوٹا نذرانہ تانبے کا نسی کا روپیہ محض اس قدردانی پر کہ مخلص ہے باغی نہیں۔ حق سلطنت کی عزت کی۔ اور جو کچھ بن پڑا۔ لیکر حاضر ہوا۔ کوتاہی ہمت ہے۔ جو کھوٹے دام لیکر آیا ہے معترف بقصور ہے۔ اور اپنی خطا پہ نادم ہے بغاوت نہیں غفلت ہے یا کوتاہی ہمت

اُس کے کھوٹے نذرانہ کو قبول فرما لیتے ہیں۔ وہ بادشاہ علی الاطلاق منعم برحق قادر مطلق جس کی رحمت
بڑی وسیع فضل و کرم بڑا عام و تام جواد و کریم رؤف و رحیم۔ اگر ہماری کھوٹی عبادت کو بنا بر علی فضلہ العظیم
قبول فرمائے اور بصورت ندامت یا بصورت سفارش اپنے کسی مقرب خاص کے ہماری تقصیرات اور
خطاؤں سے درگذرے تو عند العقل السلیم متحقق الوقوع اور ممکن ہے۔ اُس کو محال کہنا و ناممکن سمجھنا۔
اُس کے رحم و کرم اور افضال وسیعہ پر بھاری دھبہ لگانا ہے۔ اور شاہانِ دنیا سے اُسکو ان صفاتِ کاملہ
رحم و کرم میں کم درجہ قرار دینا۔ تعالےٰ شانہ و عز قدرہ بالجملہ تمامی رعایا پر افسر ہو۔ یا غریب شریف ہوں
یا رذیل اعلیٰ ہوں یا ادنیٰ یہ ضرور کہ بغاوت و سرکشی سے پرحذر رہیں۔ اور جملہ حقوق بندگی و اطاعت
کو اپنے ذمہ واجب سمجھیں۔ روح و بدن چونکہ دونوں مخلوق ہیں اور دونوں اُسکی رعایا و مملوک دونوں پر
حقِ عبادت و بندگی یکساں واجب ہوگا۔ اور دونوں پر اُس کا ادا کرنا ضرور یہ نہیں کہ یہ خدمتِ خاصۂ
اور یہ حقِ سلطانی کہ عبادت و بندگی جس کی تعبیر ہے صرف متعلق بروح ہو۔ اور عبادت صرف قلبی گمان
اور طاعاتِ روحانی کا نام ہو۔ بدن کو آزادی ہو اور مطلق العنانی بیشک بدن کی مطلق العنانی اور اپنے
مالک کے احکام سے سرتابی و آزادی بدن کے حق میں بغاوت ہے اور بے شبہ ضرور ہے کہ جیسا کہ بدن
اور روح میں یہ علاقہ ہے۔ کہ روح محلِ قوتِ علمیہ جس کے ساتھ مرتبہ عقائد کو تعلق اور بدن مظہرِ قوتِ
عملیہ جسکو مرتبۂ اعمال سے علاقہ قوتِ علمیہ حاکم اور قوتِ عملیہ محکوم ایسی ہی روح نیز حاکم اور بدن و جوارح
اُس کے محکوم پس عقائدِ حقہ و علوم صحیحہ روحانی و عباداتِ قلبیہ کے آثار کا بدن و جوارح پر ترتب ضرور
اور لازم کہ روح و بدن دونوں اپنے محبوب حق حاکم و مالکِ اصلی کے حقوقِ نیازمندی و بندگی کو پورا
ادا کریں اور ہمہ اطاعت ہو کر رہیں کیسی کو جائز نہیں کہ اپنے کو اُس کے احکامات سے بے تعلق رکھے اور
آزادانہ بسر کرے۔ مگر اطاعت اسی کو کہتے ہیں کہ دوسرے کی مرضیات اور اُن امور پر جسکو وہ چاہے
اور پسند کرے کاربند ہو اور اُس کی نامرضیات اور اُن امور سے جو اُس کے خلافِ طبیعت ہوں
پرحذر رہے۔ مگر ظاہر کہ ہم اور آپ باوجود اس اتحادِ نوعی کے کہ بشریت و لوازمات بشریت سب
میں شریک نسب کی ایک اصل اور نسل دوسرے کی مرضیاتِ قلبی پر اطلاع نہیں پا سکتے اور نہ ہماری
تمہاری عقل اسبارہ میں کافی بیشک اس کی ضرورت کہ وہ خود ہی اپنی مرضیات پر مطلع کرے
خالقِ حق و خدائے برتر کی مرضیات پر باوجود اس تبائن حقیقت کے ہم اور تم کیونکر مطلع ہو سکتے ہیں

اور ہماری آپ کی عقل کیونکر اس بارہ میں کافی ہو سکتی ہے عقل انسانی کا و لو کان کاملاً و لو کان صائباً
اس سے زیادہ کمال نہیں۔ کہ وہ حسن و قبح اشیاء کو علیٰ ما ہی فی نفس الامر دریافت کرے۔ مگر کیا عجب جو
چیز کہ حَسَن ہے۔ بعارضِ قبیح ہو اور جو چیز کہ قبیح ہے بعارضِ حَسَن اور لقبحہ العرضی او لحسنہ العرضی
نامرضیات یا مرضیاتِ خالق میں شامل نیز جیسے شاہانِ زمانہ و سلاطینِ دنیا گاہے مبتلائے بر بخندد و
گاہے بدشنامے خلعت دہند۔ اسی طرح ممکن کہ وہ بے نیاز قادر علی الاطلاق مالکِ کل جس چیز کو
تم نے حَسَن سمجھا لقبحہ العرضی عندہ تعالیٰ قبیح ہو۔ اور داخلِ نامرضیات اور جو چیز کہ ہمارے علم
میں قبیح ہے لحسنہ العرضی عندہ تعالیٰ و تقدس حَسَن ہو اور مرضیاتِ باری میں داخل بالجملہ ممکن کہ مامور
عندنا منہی ہو اور منہی عندنا مامور لہذا ہماری تمھاری اور کسی صاحب عقل کی عقل اسبارہ میں کافی
نہیں۔ بیشک اس کی ضرورت کہ وہ خود مطلع فرمائے۔ مگر جیسا کہ شاہانِ دنیا و محبوبان و حکام مجازی
ہر کس و ناکس کو اپنی مرضیات و نامرضیات سے مطلع نہیں فرماتے۔ بلکہ مقربانِ حضرت و خواص درگاہ
اوّل اُن مرضیات و نامرضیات سے مطلع ہوتے ہیں اور بوساطت اُن کے عوام رعایا ایسی ہی ضرور کہ
وہ محبوبِ حق حاکمِ برحق اپنے کسی ایسے مقرب کو جسکو علومِ راسخہ و ملکاتِ فاضلہ پر مجبول فرمایا ہو
اور اسکو لیاقتِ علمی و عملی اس مرتبہ کمال کے ساتھ مرحمت ہو کہ اُس کو تمامی موجودین وقت و مبعوث
علیہم پر فضیلت ہو اور علوم راسخہ اور ملکاتِ فاضلہ ایسے قوی کہ ہمہ اطاعت ہو کر رہنا اُس کا شعار ہو۔
اور نامرضیاتِ خالق سے حذر اُس کا خلاصہ مرضیات اور نامرضیاتِ خالق پر بقدر طلاع اُس کو احاطہ
سہل ہو اور مزاج شناسی محبوبِ حق کا پورا سلیقہ۔ بالجملہ جسکو یہ مرتبہ کمال نصیب ہو۔ اُس مقرب کو
اپنی مرضیات و نامرضیات سے مطلع فرمادے۔ اوّل وہ مقرب مطلع ہو۔ اور بوساطت اُس کے
ہم سب عوام۔ ایسے مقربانِ درگاہِ اقدس اور خاصگانِ بارگاہِ مقدس کو نبی اور رسول کہتے ہیں اور
وہ حکمنامہ جسکو وہ لے کر آتے ہیں۔ کتابِ آسمانی اور جو کہ اِس حکمنامہ کو اور احکام باری کو تا برسول
پہنچاتے ہیں۔ اُن کو گروہ ملائکہ اور جیسا کہ سلاطینِ دنیا اپنے خدامِ خاص کو جو ہر وقت کے خدمتی
ہوں۔ اور پیشی کے کارکن اکراماً لہم و اعزازاً للوزراء فیما بین اپنے اور اُن وزراء کے سفیر قرار دیتے
ہیں۔ ایسے ہی بحکم لازمہ سلطنت اُس سلطان الکل باری عزوجل نے اِس گروہِ ملائکہ کو فی ما بین اپنے
اور حضرات انبیاء کے صلوٰۃ اللہ علیہم واسطہ ہونے کے عزت بخشی اور منصب سفارت کے ساتھ

اُن کو نوازا۔ حکمت یہ کہ دوسروں کو آئینِ سلطنت کی تعلیم ہو۔ نیز نوع انسان کیواسطے یہ ضرور کہ بنی و رسول کو انہیں کے بنی نوع میں سے تسہیلاً علیہم واعزازاً لہم مبعوث فرمایا جاوے تاکہ بوساطت اس بنی کے ان کو احکام خداوندی سمجھنا سہل ہو۔ اور بوجہ اتحادِ نوعی کے اتباع اُس بنی کا عملاً وعلماً آسان یہ بھی عذر نہ رہے۔ کہ یہ اور ہم اور فی مابین اُن کے اور ہمارے تبائن نوعی اُن کے سے اعمال وافعال ہم کیونکر کرسکتے ہیں۔ اور اُن کے سے عقائد واعمال کیساتھ ہم کیوں مکلف اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اسمی ضرورت ہے بنی کا بلسان قومہ مبعوث ہونا ضرور۔ ورنہ انوکھی زبان اور تعبیر محاورہ میں مطلب کا سمجھنا اور سمجھانا جس مرتبہ دشوار و متعذر ہے۔ سب پر ظاہر اگر اس کو ناممکن کہا جاوے اور تکلیف مالا یطاق کے ساتھ معنون تو عین حق اور بالکلیہ صحیح بالجملہ بنی کا از جملہ بنی نوع بلسان قومہ مبعوث ہونا ضرور اور ظاہر کہ نوعِ انسان میں مادہ وعوارض مادہ کا تحقق لازم اور جبکہ مادی ہے یہ ناممکن کہ از جملہ مجردات ہو۔ البتہ جزء ملکوتی اور آثارِ جزءِ ملکوتی کو غالب کرکے اکمل الافراد ان میں کے یعنے حضراتِ انبیاء ملکوتی صفت بن سکتے ہیں اور باعتبار اصل حقیقت وہ حضرات اگر از جملہ نوع انسان ہیں تو باعتبار اس صفت عالیہ کے گویا از جملہ گروہ ملائکہ جو مجردِ بحت ہیں اور نورِ محض اور دیا سے بہمہ جہت مغائر اُن کو مخلوقاتِ مادیات سے اور بالخصوص اُس اکمل الافراد سے جو ملکوتی صفت ہے۔ باعتبار مخلوقیت وغیرہ اگر نوعی اتحاد ہے۔ تو خود ذاتِ باری سے باعتبارِ تجرد نوعے مناسبت پس لازم کہ فی مابین باری عزوجل اور نوعِ انسان اگر اکمل الافراد یعنی حضرات انبیاء علیہم السلام واسطہ تبلیغ بنیں فیما بینہ تعالیٰ اور گروہِ انبیا۔ یہ گروہ ملائکہ سفیر ہوں پس ایسے مقربان وخاصگانِ خداوندی کو جن کو بوساطتِ تبلیغ احکام کا منصب مرحمت ہوتا ہے۔ بنی اور رسول کہتے ہیں۔ اور اُن کے اس منصب اعلیٰ کی منصب نبوت ورسالت یا منصب نیابت ووزارت سے تعبیر اُن کے کمالات وجمالِ روحانی علمی وعملی کا جن پر یہ منصب عظمیٰ مرحمت ہوتا ہے مدارِ نبوت عنوان یہ کمالاتِ روحانی درحقیقت مدارِ نبوت ہیں اور معجزات از جملہ آثارِ نبوت اُن کو مدارِ نبوت نہیں کہہ سکتے ہیں معجزہ خود اس خارقِ عادت سے عبارت ہے جو اسکاتاً للمنکرین واکراماً للنبی وتصدیقاً لہ بمقابلہ منکرین علی یدالنبی ظاہر فرمایا جاوے۔ اس تعریف سے خود ظاہر کہ معجزات از جملہ آثارِ نبوت ہوتے ہیں۔ نہ منجملہ مدارِ نبوت اثر شے بعد وجود شے ہوتا ہے اور مدارِ شے مقدم علی الشے غرضکہ مدارِ نبوت اُن کمالات

روحانی پر ہے جو خاصۂ اُن کو مرحمت ہوں اور منصبِ نبوت اُسپر عطا- اس تقریر سے یہ ثابت ہوا کہ
انبیاء علیہم السلام اکمل الافراد ہوتے ہیں- اور سب سے زیادہ موردِ الطاف وانعامات عامہ خلق اللہ
کی نسبت وہ زیادہ مستحق ہیں کہ اپنے خالق کی مرضیات پر پورے ثابت قدم ہوں اور نامرضیات سے
پورے پرحذر مستحبات پر بھی عامل ہوں اور مکروہات کے نیز تارک فان الشکر علی قدر النعمۃ ؎

شکر نعمت ہائے تو چندانکہ نعمت ہائے تو

مگر ظاہر کہ بشریت ولوازمات بشریت میں حضرات انبیا سب کے شریک ہیں اور ہر عبادت کے دو مرتبے روحی
وجسمی پس ہوائے جسمانی ولوازمات بشری سے متمتع ہونے کی اُن کو بھی اجازت ہوگی اور اکل و
شرب اور نکاح وازدواج وغیرہ وغیرہ حوائج سب اُن کے حق میں نیز مشروع ورنہ در صورت
محرومی از ہیچ حوائج عبادت جسمانی وخود بقا جسم متعذر بلکہ بحکم اس امر کے کہ روح اصل ہے اور بدن
وقوای بدن جملہ اس کے مظہر والظاہر عنوان الباطن پس جبکہ کمالات اُن کے اس مرتبہ کمال پر
ہیں- قوی بدن اُن کے نیز سب سے قوی تر ہوں گے- اور اُن کے لیے بہ نسبت عوام اگر بعض امور
میں زیادہ توسیع ہو بجائے خود- پس مرتبۂ نبوت کو یہ ضرور نہیں کہ لوازمات بشریہ سے منزہ ہو اور
مرتبہ ظاہر میں نیز سب سے بے ہمہ بلکہ بالیقین مرتبہ خلوت محضہ سے خلوۃ در انجمن دشوار ہے- محبوبات
دنیا سے باوجود اُن کے جاذبہ محبت وکشش الفت کے بقدرِ ضرورت مختلط رہ کر بقول شخصے
دل بیار و دست بکار قلبی علاقہ خود محبوبِ حق مطلوبِ حقیقی ومقصودِ اصلی سے رکھنا البتہ دشوار
ہے اور سخت دشوار اور لاریب قابل قدر ہے اور لایق ہزار عجوبیت ؎

ہم اُن کے زور کے قائل ہیں ہیں وہی شہ زور — جو عشق میں دل مضطر کو تھام لیتے ہیں-

بالجملہ تجرد محض میں رہنا آسان ہے مگر ہوتے لوازمات وتعلقات زن وفرزند محو عشق الٰہی اور فنا فی اللہ
ہونا البتہ مشکل اور جبکہ یہ جملہ دین ومذہب اور یہ تمامی اوامر ونواہی اور یہ سب بندگی وطاعت
اور یہ جملہ نیاز واطاعت یا بمنزلہ نسخۂ طبیب ومعالجۂ اطباء وقت ہے یا بمنزلہ قانون اسٹامپ
وآئینِ صلاح وفلاحِ مملکتِ حکام- مطلب یہ کہ ہر شخص مہلکات ومضرات سے پرحذر رہو اور بغاوت
وسرکشی سے مجتنب تا نجات ابدی ونجات اخروی اور مقامِ رضا وارتضا نصیب ہو- اور موردِ
الطافِ الٰہی اور انعاماتِ حاکمِ حقیقی بنکر مرتبۂ قربِ خاص کے ساتھ نوازا جائے اور جنت میں دوامی

راحت و دیدار و وصالِ محبوبِ حق کا مستحق ہے جب یہ مثال مرکوزِ خاطر ہو چکی۔ تو خود واضح ہو گیا ہو گا کہ نظر باختلافِ امکنہ و ازمنہ و نظر باختلافِ استحقاق و امزجہ و نظر بتغائرِ عادات و حالات و نظر بمغائرت عوارض و امراض جن کا تغائر خود مشاہد و تمیز مقتضائے کمالِ علم و کمالِ حکمتِ خالق برتر تعالت قدرتہ و جلت عظمتہ ضرور و بے شبہ ضرور کہ ہر زمان و ہر مکان و ہر نوع عوارض و امراض کا قانونِ معالجہ جدا۔ اور ہر نوع اشخاص رعایا کا قانون سیاست علحدہ ہو اور چونکہ ان جملہ قوانینِ معالجہ اور تمامی آئینِ سیاست سے مقصود صلاح و فلاحِ مخلوقات ہے اور گو یہ جملہ اوامر و نواہی اور یہ تمامی احکام شرعی علم باری پر مترتب مگر عین علم نہیں اور نہ از جملہ صفاتِ باری تاکہ ازلیت کو چاہیں یا ابدیت کو مقتضی ہوں بلکہ ان سب سے جبکہ ہمارے امراضِ قلبی و عوارضِ بدنی و جسمانی کی اصلاح مقصود ہے تو بیشک ہمارے تغیرات احوال تغیراتِ احکام کو مقتضی ہوں گے اور ان احکام شرعیہ اور اوامر و نواہی دین کی تبدیل ہمارے تبدیلِ حالات و عادات کے تابع قانون شریعت کو جو بذریعہ وحی و الہام معلوم ہوتا ہے۔ نہ بقا ضرور نہ دوام لازم اور لاریب ضرور کہ ہر زمانہ و اشخاص زمانہ کا علی حالہم قانونِ معالجہ جدا ہو۔ اور قانون سیاست جدا اُس حکیم علی الاطلاق محیطِ کل عالم بکل الاشیا کا علم حق اسی شان اور عنوان کے ساتھ متعلق تھا کہ فلاں زمانہ اور فلاں اشخاص زمانہ کا قانونِ معالجہ و قانونِ سیاست و اوامر و نواہی وہ ہوں گے اور فلاں کے واسطے یہ اور ان اوامر و نواہی کا وہ زمانہ محدود۔ اور اُن اوامر و نواہی کا یہ بالجملہ مرتبۂ علم باری و صفاتِ باری کو ازلیت و ابدیت دونوں ضرور نہ مرتبۂ تعلقات علمی و آثارِ علمی کو بلکہ مرتبۂ تعلقاتِ صفاتِ باری و آثارِ صفات کا حدوث و تجدد ضرور اور اُن کو بوجہ تجدد تعلقات تجدد و لازم ہے اب ثابت اور کھلا ثابت کہ جو نبی اور جو رسول کہ اُس محبوبِ حقیقی معالج اصلی سلطان الکل کی طرف سے مبعوث ہو۔ اگر فنِ خاص و معالجاتِ خاصئہ میں دستگاہ کامل رکھتا اور انتظامات سیاستِ مخصوصہ میں ماہر ہو تو وہ نبی نوع اشخاص کے تمامی معالجات و انتظامات کے لیے کافی نہیں اور نہیں ہو سکتا علاوہ مقتضائے العلم و الحکمۃ اس کو زمانۂ خاص اور قومِ مخصوص کی طرف مبعوث فرمایا جائے گا اور اُس کا زمانۂ رسالت علمِ باری میں ضرور محدود ہو گا۔ جب دوسرے طرزِ معالجہ یا دوسرے قانونِ سیاست کی ضرورت ہو گی ضرور ہو گا کہ گو اُس کا اصلی منصب محفوظ رہے اور اُس کا اعزازِ منصبی بحال خود مگر اُس کو کارِ منصبی اور اُس خدمت سے برطرف فرما کر دوسرا رسول کامل الفن جو موجودہ ضرورتِ معالجہ اور انتظامِ سیاست کے بارہ میں پورا ماہر ہو۔ مبعوث فرمایا جاوے پہلوں کی

بعثت چونکہ علمِ الٰہی میں اسیوقت محدود اور انہیں اشخاص معدودہ کے لیئے تھی اور انہوں نے اپنا وقت
پورا کر لیا اور اُن کے زمانہ خدمتِ منصبی و کارِ رسالۃ کی انتہا ہو چکی۔ دوسروں کی بعثت اُن دوسرے لوگ
کے زمانہ رسالۃ و کارِ منصبی کی ابتداء ہے۔ اور ظاہر ہے کہ تعارض کے واسطے جس پر نسخ حقیقی موقوف
ہشت وحدات کا کہ ازانجملہ وحدتِ زمانہ ہے۔ ہونا ضرور پس ہوتے اس اختلافِ زمانہ و اشخاص
زمانہ کے شرائع سابقہ و لاحقہ میں کوئی تعارض نہیں علم باری میں ہر ایک کے لیئے زمانہ جدا تھا
اور اشخاص زمانہ جدے فی مابین اُن کے نسخ حقیقی نہیں بظاہر ایک کو ناسخ دوسرے کو منسوخ کہا
جاتا ہے۔ بالجملہ دوسرے کی بعثت چونکہ دوسرے کے کار منصبی کا وقت ہے اور سابق اپنا وقت پورا
کر چکے۔ لہذا جیسے کہ پہلے اشخاص کی صلاح و فلاح اور اُن کی معاش و معاد کا انتظام مبعوث سابق
کے اتباع میں منحصر ہے مسبوقین کی صلاح و فلاح اور اُن کی معاش و معاد کا انتظام جملہ مبعوثِ حال کے
اتباع میں منحصر ہوگا۔ یہ اگر چاہیں کہ مبعوثِ سابق کا اتباع کریں یا آزادانہ بسر بیشک ناجائز۔ اور عین بغاوت
مورث تباہی ہوگا۔ اور عین ہلاکت تا آنکہ وہ نبی کہ جامع کمالات ہو اور جملہ صلاح و فلاح و تمامی انواع
ہدایات و انتظامات سے پورا آگاہ اور علی قدر قابلیۃ المخلوق ہر قسم کے کمالاتِ علمی و عملی اور ہر نوع کے
مراتبِ مزاج شناسی خالق برتر و حاکم برحق میں کامل و اکمل تمامی مخلوقات میں سب سے افضل تو لاریب ایسے
مبعوثِ کامل و اکمل کی بعثت عامہ ہوگی۔ اور جملہ ازمنہ و امکنہ کو شامل جملہ شرائع و ادیان کو اسی کی شریعت
کاملہ ناسخ ہوگی اور تمامی مخلوقات پر چھوٹا ہو یا بڑا اُسی کی اطاعت اور اسی کا اتباع لازم یہ نا ممکن کہ بدون
تصدیقِ رسالت و اقرارِ سچائی مذہب و حقانیتہ شریعتِ مطہرہ اُس کی کسی کو دو کوکان کذا و لذا طریق
ہدایت و رشاد و راہِ فلاح و نجات و سبیل برگزیدگی اور وصول الی اللہ میسر ہو۔ اُن کی شریعت غرا اور
اُن کے دین روشن کا بقاء الی یوم القیامت ضرور اور یہ لازم کہ وہ خاتم الانبیاء والمرسلین ہو اور اس کے
بعد الی یوم القیٰمۃ کوئی دوسرا نہ مبعوث ہو۔ نہ مرسل۔ اُسی جمیع الکمالات پر سلسلۂ نبوت ختم ہو۔ اور وہی
فی حق الکل سچا نبی اور اس مرتبہ برگزیدہ کہ ؎ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر ✦ کا صحیح مصداق بے شبہ
مقتضائے حکمتِ بالغہ حکیمِ مطلق اور مقتضائے تربیتِ برحق یوں ہی ہے کہ ایسا کامل اور اکمل اور اس
مرتبہ کا افسر اعلیٰ و افضل سب سے بالآخر مبعوث ہو اور خاصتہً ایسے وقت میں کہ بغاوت و سرکشی مثل ازمنہ
سابقین تا حدود و اطراف نہو۔ بلکہ تا تخت گاہِ سلطانی پہونچکر خود دار السلطنت کے مکان کو باغی بنا رکھا ہو

مبعوث فرمایا جاوے۔ تا دوسرے نبیر اس شرف نبوت سے نہ محروم رہیں اور اس کی شریعت کاملہ کا نسخ
اُن شرائع غیر کاملہ سے نہ لازم آوے۔ اور گو بضرورت بشریت اسکو بھی نوع موت کا ذائقہ چکھنا
ضرور اور یہ لازم کہ وہ بھی تلخی موت کے ساتھ ایک روز تلخ کام ہو۔ مگر چونکہ اس کی شریعت کاملہ الی
یوم القیامت ہے۔ ضرور کہ اکناف عالم میں وہ علمائے راسخین پیدا ہوتے ہیں جو اس کے نائب
ہوں اور علی سبیل النیابت والخلافت اطراف و اکناف میں اس کے دین پاک کی عام و تام اشاعت
کریں۔ پس ضرور کہ ایسے نبی کامل و اکمل کی سچائی پر گو معجزات باہرہ کثیرہ ہوں مگر ایک ایسا قوی
معجزہ نیز مرحمت ہو جو الی یوم القیمۃ اس گروہ علماء ونا ئبان رسالت کے ہاتھ میں بحال خود رہے
اور نسلاً بعد نسل اس کو بقا ہو تا بمقابلہ اُن نا ئبان رسالت کے جو شخص اس کی رسالت کا منکر ہو وہ
جانشینان رسالت اسکو پیش کر سکیں اور اس نبی برحق کی رسالت عامہ کو ثابت کر دکھائیں*

صاحبو! وہ نبی کامل جو مبعوث الی کافۃ الانام ہو اور مخلوقات موجودہ پر اس کا اتباع ضرور اور ہر
ایک کی نجات اسی کے اتباع میں منحصر ہو سید الکائنات والانبیاء و خاتم النبیین والاصفیا ہمارے نبی
اکرم محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور وہ معجزہ باہرہ جو اُن کے دعوئے رسالت کی الی یوم القیمۃ کافی
دلیل ہے۔ یہی قرآن پاک ہیں نے بحمد اللہ توحید و رسالت کیساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور
آپ کے خاتم المرسلین ہونے کو ثابت کر دکھایا۔ اور بحق اسی نیابت محمد صلوٰۃ اللہ علیہ وسلم کے جو گروہ
علماء کو مرحمت ہوئی ہے۔ حاضرین مجلس سے پکار پکار کر عرض کرتا ہوں کہ اگر رسالت محمد صلی اللہ علیہ
وسلم میں کوئی شک ہے۔ قرآن پاک جیسا کھلا معجزہ موجود ہے۔ بسم اللہ آئیے اور اس فصاحت و بلاغت
اور اس خوبی تعلیم اور گذشتہ و آئندہ کے اخبار واقعیہ اور مغیبات کی اطلاع واقعی کے ساتھ کوئی ادنےٰ
سورۃ موجودہ یا گزشتہ اشخاص کیطرف سے بمقابلہ اس کے پیش کیجئے اور جس سے چاہے مدد لیجئے
فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ اور درصورت
عجز عن المقابلہ جیسا کہ بفضلہ تعالیٰ اب تک رہا اور ہے۔ اور انشاء اللہ آئندہ کو رہیگا۔ تصدیق رسالت
محمدی فرمایئے اور ایمان لایئے۔

صاحبو! ہر زمانے کے عام و خاص کاملین و ناقصین کا قرآن پاک کے مقابلہ سے عاجز رہنا اور
بمقابلہ قرآن پاک ادنےٰ سورت بھی نہ بنا سکنا باعلیٰ ندا پکار رہا ہے کہ لاریب محمد صلی اللہ علیہ وسلم

رسول برحق ہیں۔ اور اُن کا دعویٰ رسالتِ عامہ واجب التصدیق اور عین حق۔ نجات ہر ایک کی انہیں کے اتباع میں منحصر اور وصول الی المطلوب اور وصول الی المقصود اور وصول الی اللہ کے لیے انہیں کا دین قویم راہِ مستقیم اور بغیر اُن کے اتباع کے ہدایت ناممکن مگر افسوس کہ بعض ایسی غفلت اور تعامی میں پڑے ہوئے ہیں۔ کہ باوجود اس وضاحت اور ہدایت کے اس راہ مستقیم پر چلنا بجائے آنکہ کھول کر بھی نہیں دیکھتے۔ اس سے بالکل بے خبر ہیں کہ ہمارا مقصودِ خلقت کیا ہے اور ہمارے لیے طریقۂ ہدایت اور سبیل الوصول الی المقصود والمراد کیا۔ بیشک موافق معروضہ سابقہ اشخاص عالم تین حال پر ہیں۔ بعضے وہ جنھوں نے اس راہ مقصود کو مضبوط پکڑا۔ اور ثابت قدمی کے ساتھ اس پر چلے نہ لغزش ہوئی نہ زلت۔ جیسے خیار امت و خاصگانِ امتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض وہ کہ گو وہ اس راہ مستقیم پر چلے مگر نہ باستقامت بلکہ دھکے کھا کر گرتے پڑتے لغزشیں واقع ہوئیں۔ اور اُن کے اعمال حسنہ کے ساتھ اعمال سیئہ نیز قلیل یا کثیر مخلوط ہوئے جیسے عوام امت اور ہم جیسے نابکار اور بعض وہ جنھوں نے یہ غفلت کی کہ بہمہ جہت اس راہ مستقیم سے برطرف رہے اور اُن کے ظلماتِ وہم و خیال نے اُن کے نور عقل کو ایسا باطل کیا کہ وہ بین الحق والباطل کوئی تمیز نہ کر سکے۔ بلکہ اُن کی قوتِ وہمیہ اور قوتِ خیالیہ کی یہ غلط نمائی اور جزو بہیمی و جزو شیطانی کا یہ غلبہ کہ اختراعات و ہم و خیالات نے غلط کو صحیح کر دکھایا۔ اور صحیح کو غلط اطاعت و فرمانبرداری سے اُن کو نفرت ہوئی اور معاصی اور نافرمانی کی انہیں رغبت ؞

صاحبو! ایک مثال کے بعد انشاء اللہ یہ مطلب واضح سمجھ میں آجائیگا۔ ہماری تمہاری بصارت کا جیسے اصل کام یہ ہے کہ وہ الوانِ اشیاء کو علی ما ہی فی نفس الامر دریافت کرے جو سفید ہے اُس کو سفید اور جو سیاہ ہے اس کو سیاہ دکھلاوے۔ اور فیما بین ان الوان کے سچی تمیز مگر خلط صفرا یا خلط سودا جو مرتبہ اصلِ بصارت سے خارج ہے۔ مگر مرتبہ مجموعۂ بدن میں داخل اور انہیں اعتبارین مختلفین کے اعتبار سے اُس پر یہ احکام متضادہ محمول لگا ہے۔ اسی نور بصر پر اس مرتبہ غالب ہوتے ہیں کہ اس کا جو اصلی کام تھا۔ بالکلیہ باطل ہو جاتا ہے۔ سفید اشیاء اسکو زرد نظر آتی ہیں یا سیاہ ہمارا نور بصیرت یعنی نور روحانی اور نور قلبی جس کو مبدء علم صحیح کہتے ہیں۔ اور قوت علمیہ سے اس کی تعبیر اُس کی خلقت سے یہ مقصود کہ بوساطت اُس کے حقائقِ اشیاء کا علی ما ہی فی نفس الامر انکشاف ہو اور عقائد حقہ سے روح

وقلب کو تعلق باطل باطل معلوم ہو اور حق عین حق اور ظاہر کہ ایمان ان عقائد حقہ اور اعتقادات صحیحہ سے
عبارت تا بر ہمنونی اِن عقاید حقہ و علوم صحیحہ سے کے باطل کو چھوڑا جائے اور حق پر عمل غرضکہ قوت علمیہ
پر مدار کارِ ایمان اور جزو ملکوتی پر مدار اطاعت مگر قوت وہمیہ و قوتِ خیالیہ کو جو مرتبہ جذر قلب سے
خارج ہے مگر حوالی قلب و بالائے قلب کو محیط اور ہمارے مجموعہ وجود میں داخل وہ زور و غلبہ دیا گیا
ہے کہ موقع پاکر قوت علمیہ و جزو ملکوتی پہ نیز غالب ہو جاتی ہے اور اپنی اپنی ظلمات سے قوت علمیہ کے
نور صرف و جزو ملکوتی کے میل اطاعت کو مضمحل ملکہ کان لم یکن کر دیتی ہے قوت علمیہ کا نورِ علم علم صحیح
کے لیے اگر مبدء انکشاف ہے تو قوت وہمیہ و خیالیہ بصورت اپنے غلبہ کے ضلالت و علمِ غلط کے
واسطے مبدء صحیح نیز جزو ملکوتی پر اگر مدارِ رغبتِ اطاعت و بندگی ہے تو جزو بہیمی و جزو شیطانی پر مدار
میلِ نافرمانی و انہماک فی الہوس اور بمقتضائے حکمت باری و بمقتضائے وسعتِ قدرت و ملکِ تام بعض
کو اس حالت پر مجبول فرماتے ہیں۔ کہ اُن کو قوتِ وہمیہ و خیالیہ و جزو شیطانی و بہیمی کا اِس
مرتبہ زیادہ و قوی دیا جاتا ہے۔ کہ وہ ادنی غفلت اور تھوڑے تمرن و اعتبار کے بعد تحریک
شیاطین و اصحاب شیاطین و باثر صحبت بد قوت علمیہ و ملکوتیہ پر غالب ہو جاتے ہیں اور عند سلطان
الوہم و الخیال صورِ جزئیہ ناواقعیہ جو باختراع الخیال پیدا ہوئی ہیں اور معانی جزئیہ ناواقعیہ
باختراع الوہم اُن کی باہمی ترکیب سے ایک شے ناواقعی صورت پذیر ہو جاتی ہے اور بوجہ غلبہ وہم
و خیال وہی حق معلوم ہوتی ہے۔ اور غلط کاری وہم و خیال کا یہ اثر کہ غلط بصورتِ صحیح اور باطل
بصورتِ حق نمایاں ہوتا ہے اور حکم نفس الامری جو قوت علمیہ کے نورِ صرف کا کام تھا۔ کان لم یکن
ہو جاتا ہے۔ دیکھ لیجیے۔ فی مابین الجدارین جو ایک خلا ہو اوں جدارین پر اگر کوئی ایسی موٹی رسی
جس کی چوڑائی و مسافتِ عرض دونوں قدم رکھنے اُٹھانے کو کافی ہو مضبوطی کے ساتھ
باندھی جائے یا فی مابین اُن کے کوئی چوڑی کڑی لوہے وغیرہ کی رکھ دی جائے عقل حکم
کرتی ہے کہ بخطر ہو کر اُس کڑی اور اُس رسی پر چل کر مسافت طے کی جائے۔ مگر قوتِ وہمیہ خیالیہ
غالب ہو کر اُس حکمِ عقلی کو باطل کر کے اپنا حکم کہ اُس پر چلنا ہرگز جائز نہیں بیشک گر کر ہلاک ہوتا ہے
اس مرتبہ غالب کرتی ہے کہ بمقابلہ اُس کے وہ حکمِ عقلی صحیح غلط ہو جاتا ہے۔ اور یہ حکم غلط صحیح
چلنا ایک طرف چلنے کی طرف رُخ بھی نہیں رہتا۔ علی ہذا۔ جب قوت وہمیہ خیالیہ و جزو بہیمی اور

شیطانی کا غلبہ ہوتا ہے۔ نافرمانی اُن پر غالب ہو جاتی ہے اور معاصی کی طرف مائل راہِ مستقیم پر چلنا دشوار ہوتا ہے۔ راہِ کج اُن کو سیدہی و مستقیم معلوم ہوتی ہے اور باطل اُن کو حق قسم ثالث کے مصداق صحیح وہی ہیں ÷

صاحبو! پہلی قسم کے حضرات بوجہ اپنی استقامت کے جیسا کہ مبشراتِ حقہ و وعدہائے صادقہ حق جل وعلا کی بنا پر اِس کے مستحق کہ ہمیشہ موردِ انعامات ہوں اور جن لذات کو مطلب رضائے محبوب حق اُنہوں نے چھوڑا تہا۔ وہ جملہ باحسن الوجہ پاک و صاف ہو کر اُن کو جنت میں علیین اور دولت دیدار و مقامِ رضا اُن کو نصیب ہو۔ آیسے ہی دوسری قسم کے اشخاص جنہوں نے اعمال سیئہ کو اپنی عبادات و اعمال صالحہ کیساتہہ ملا رکہا ہے اور ہوا و ہوس کے دہکے کہا کر گرتے پڑتے اس راہ مستقیم پر چلے ہیں اور ادائے حق کامل سے قاصر رہے ہیں مگر اپنے قصور کے معترف بلکہ نادم اُن کی نسبت بہی نظر بوسعتِ رحمت و نظر بافضالِ بے نہایت و نظر بعنایت علی الکل و نظر بقدرت علی الکل یہ متوقع کہ خواہ اپنے رحم و کرم سے اور خواہ پاسِ خاطر سے کسی مقرب کے اُن کے کہوٹے اعمال قبول فرماویں اور جنت میں داخل مگر قانونِ سیاست بیشک اس کو مقتضی کہ اُن کے اعمالِ زبون پر چندے سزائے جہنم اور اُس جیل خانۂ ہولناک کی قید ضرور ہو۔ اور بالآخر بحکم عقائدِ حقہ و اعمال حسنہ دولتِ وصولِ جنت نصیب ہو۔ مگر قسم ثالث کا فی النار ہونا اور نجاتِ ابدی سے اُن کی محرومی ضرور جو لوگ کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائے اور بعد تصدیق رسالت کے اُنکی شریعت مطہرہ کے احکام اور اوامر و نواہی کو اُنہوں نے اپنے سر و آنکھوں پر نہیں رکھا۔ بیشک وہ مصداق صحیح ہیں۔ اِس قسم ثالث کے ÷

صاحبو! پہلے عرض کر چکا ہوں کہ میرا اِن تمامی معروضات سے کوئی مطلب ذاتی نہیں صرف بحق اخوت و اتحادِ نوعی آپ حضرات کی خیراندیشی اپنا مقصود ہے اور اُوسی حقِ ہمدردی پر اِن معروضات کی بنا رہے۔ پس بہزار نیازمندی یہ گذارش ہے کہ یہ زمانہ نبوتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے بغیر اتباعِ محمدی نجات کا ملنا محال اگر یہی نجات کی طلب ہے وہم و خیال کے اتباع کو چھوڑ و اور عقل صحیح اور قوت علمیہ سے شبانروزی مزاولت کیساتہہ اِس مرتبہ کام لو۔ کہ وہ غالب ہو اور وہم و خیال کو اپنا تابع کر چھوڑے۔ حق کو حق دکہلادے اور باطل کو باطل۔

صاحبو! انبیاء علیہم السلام کے مرتبۂ رسالت کو یعنی اس منصب کو کہ وہ بیشک مبعوث من اللہ ہیں
جو کچھ کہتے ہیں من اللہ کہتے ہیں نہ من عند انفسہم وافترا علی اللہ۔ معجزات باہرہ و دلائل قویّہ
کو جن کے مقابلہ و معارضے سے منکرین عاجز ہوں قائم کرکے جب خود اُن کے دعوے رسالت
کی سچائی فرمائی جاتی ہے۔ اور اُن کے نبی اور رسول ہونے کو تسلیم تواب اُن کے اتباع سے
انکار اور اُن کی رسالت کی عدم تصدیق دو حال سے خالی نہیں۔ یا وہ اشخاص منکرین اپنے کو
اور اپنے وجود و بود کو بہمہ جہت مستقل جانتے ہیں اور غیر مخلوق اور انعامات خالق برتر سے جن
بنا پر حق عبودیت ہے۔ بالکل مستغنی اور یا اپنا وجود و بود اور اپنا خلق دوسرے خالق کے ساتھ وابستہ
سمجھتے ہیں اور اسی دوسرے کا حق عبودیت اپنے پر لازم اور ظاہر کہ دونوں شقیں کھلی شرک کو مستلزم
وعلی کلا الشقین اقرار توحید باطل پس ثابت اور واضح ثابت کہ اقرار توحید کو اقرار رسالت نیز لازم
اور رفع لازم چونکہ رفع ملزوم کو مستلزم لہٰذا انکار رسالت انکار توحید کو نیز مستلزم۔

صاحبو! بالیقین جانو کہ بغیر اقرار رسالت محمدی آپ صاحبوں کا اپنے کو موحد کہنا غلط ہے
بیشک شرک ہے اور شرک کو مستلزم۔ اب شاید یہ خلجان ہو کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم
کا علوم راسخہ و ملکات و اخلاق فاضلہ میں کامل و اکمل اور سب سے اعلیٰ و افضل ہونا کیونکر ثابت اور آپکی
تعلیم میں کیا خوبی۔ سو میں ناکارہ ژولیدہ بیان کہ جس کو نہ کمال علمی نصیب نہ کمال عملی حاصل اُن معارف
الٰہیّہ و مواہب لدنیہ یعنی اُن علوم راسخہ و ملکات فاضلہ کی کہ قلب محمدی جن کا مخزن تھا۔ اور معدن
اس تھوڑے سے وقت میں کیا تفصیل کرسکتا ہوں۔ اور بجز اس اجمال کے کہ جو جو کمالات
دوسروں میں فرادے فرادے تھے آپ مرکز کمالات میں سب مجتمع تھے اور عالم مخلوق میں وہ منفرد
الذات والصفات اس مصرعہ کا مصداق صحیح ؎ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری +
اور کیا کہہ سکتا ہوں مگر تاہم اندکے از بسیارے و مشتے نمونہ از خروارے آپ کے فضائل علوم
و محاسن اخلاق و احوال کو اپنے علم ناقص کے اندازہ کے موافق کچھ تھوڑا سا بیان کرتا ہوں اور آپکی
سوانح عمری کی ایک گونہ تفصیل سو سنیے اور بہ نظر انصاف سنیے۔ آپ ایسے زمانہ پرآشوب میں مبعوث
ہوئے۔ کہ جہالت و ضلالت کا پورا زور تھا اور کفر و شرک کا پورا جوش۔ کفر و شرک بغاوت و
سرکشی کا اثر تا بآستانہ عالیہ پہونچا ہوا تھا جاہلان عرب نے خود دار السلطنت و دربار شاہی یعنی خانۂ کعبہ کو

بتکدہ بنا رکھا تھا۔ اور خود حاضر باشانِ درگاہِ اقدس و ساکنانِ مکہ معظمہ شرک و کفر میں مبتلا اور وہ بھی اس مرتبہ کہ ایک نہیں دو نہیں بقدر شمار ایام سال خانہ کعبہ میں تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے اور بقول شخصے ؎

ہر روز انہیں چاہیئے ایک تازہ خریدا — صورت مری ہر روز بدل جائے تو اچھا

ہر دن کے لیے نیا بت تھا۔ ملک عرب کی یہ جہالت یہ بداخلاقی کہ باپ بیٹے کا اور بھائی بھائی کا دشمن اور ایک دوسرے کے خون کا پیاسا۔ عرب کی جہالت عرب کی خانہ جنگی ضرب المثل آپکی وہاں ولادت اور وہاں بعثت اور وہ بھی اس حال میں کہ نہ باپ سر پر نہ دادا چچا کی سرپرستی اور تربیت میں پرورش پائی یہ حالت کہ فقر و فاقہ پر مدار تھا سال ولادت حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم حسب دستور قریش و حسب رواج اہل مکہ قرب و جوار کی وہ عورات کہ مدار قوت انکا بچوں کو پالنا ہے اور ان کو دودھ پلانا جب مکہ میں آئیں۔ دوسروں کے شیرخوار بچے ان دایہ عورات نے لے لیے اور حضور سرور عالم کو بوجہ لاوارثی و ناداری چھوڑا حلیمہ سعدیہ نے جس کے نصیب میں یہ سعادت تھی حسب اتفاق وقت جب دوسروں کے بچوں سے محروم رہیں تو انہوں نے بنام خدا آپ کو لینا قبول کیا۔ اور شرف عظیم رضاعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو حاصل ہوا۔ اس بیکسی کی حالت میں خود آپ کی پرورش بھی عجیب تر تھی۔ سامان علم و تہذیب سامان ترقی کہاں تھے اور کیونکر میسر بقول شخصے نہ یارے نہ مددگارے۔ نہ زور نہ زر بلکہ آپ محض امی رہے۔ اور پڑھے لکھوں کی صحبت تک بھی میسر نہوئی۔ اس پر جب آپ نے بعد بعثت کلمہ توحید کی تبلیغ کی اور شرک کی بیخکنی ہر زن و مرد چھوٹا بڑا آپ کا دشمن ہو گیا۔ اور جو اذیتیں آپ کو دیں سب کو معلوم آخر یہ نوبت کہ اپنا وطن یعنی مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا بایں ہمہ بیکسی و بیگانگی امی اور ان پڑھ ہو کر ملک عرب کو اپنے کمالات علمی و عملی کے ساتھ اس مرتبہ ممتاز فرمایا اور اس درجہ کا مہذب کہ ان کا علم اور ان کی تہذیب ضرب المثل ہوگئی۔ شرک کی وہ بیخکنی فرمائی کہ تمام جزیرۃ العرب میں گو اور معاصی ہوں مگر شرک نہ اب تک ہوا نہ انشاءاللہ آیندہ کو الی یوم القیمۃ ہو وہاں کے عوام و جہال کی وہ پختہ توحید کہ دوسری جگہ کے علماء و خواص کو بھی نصیب نہیں۔ قبائل کے قبائل ان میں دوامی عداوت تھی۔ ان کا باہمی عناد اور فساد بوجہ توارث و دوام کے گویا جبلی ہو گیا تھا

جیسے اُویس و خسرو رحمۃ اللہ علیہ آپ کے فیضِ صحبت اور آپ کے اخلاقِ حمیدہ کی بدولت ایک جان دو قالب ہو گئے اور شیر و شکر ہو کر رہنے لگے۔ سلاطینِ وقت نے (جیسے ملکِ حبشہ) فریفتۂ کمالات ہو کر قبل الہجرت اُسی حالتِ بیکسی میں آپ کی اطاعت قبول کی اور مشرف باسلام ہوئے اور اِس مرتبہ جاں نثار کہ بعض خادمِ محمدی یعنی گروہ مومنین نے ایذائے مشرکین سے تنگ آ کر جب اُس کی طرف ہجرت کی تو اُسنے اُن غربائے مومنین پر اپنا جان و مال صرف کرنا اپنی سعادت سمجھی۔

صاحبو! یہ جملہ اثرِ نیک علومِ راسخہ و ملکاتِ فاضلۂ محمدی اور آپ کے اخلاقِ کاملہ کا تھا یا اور کچھ۔ پھر کمالاتِ علمی اور عملی جملہ وحی یعنی جملہ من اللہ مواہبِ لدنیہ اور معارفِ الٰہیہ اُن کی تعبیر صحیح بہ مثل دوسروں کے اکتسابی یعنی ایسے کہ کسی سرپرست کی نیک تربیت کا اثر ہوں یا کسی مرشدِ اکمل اور استادِ کامل کی خدمت اور فیضِ صحبت کا نتیجہ پھر اگر تمامی مخلوقات کے علوم سے فائق ہوں اور سب سے افضل تر کیا تعجب کجا علوم مقدس کجا علوم دیگرے ۔ چہ نسبت است سہا را بتابشِ خورشید۔ پھر چونکہ اُن کو عین جہالت کے زمانہ میں مبعوث فرمایا۔ اور ایسی بڑی جہالت اور بے تہذیبی کی اصلاح آپ کی بعثت کا مقصود اور ایسی بڑی تہذیب اور کامل اصلاح کا اُس پر ترتب لہٰذا بے تکلف ثابت کہ آپ کا علمِ وحی و لدنی دوسروں کے علومِ واہیہ سے بہتر و افضل۔

صاحبو! کسی کی سچی بزرگی و مقبولیت اور اُس کے اصلی باکمال ہونیکا یہ بڑا ثبوت کامل ہے کہ اُس کے گھر کے لوگ اور اہلِ قرابت زن و فرزند بھائی برادر اور اُس کے ہر وقت کے خدمتی یارانِ مجلس و حاضر باشانِ خدمت کو اُس کے ساتھ خالص عقیدہ ہو۔ دل و جان سے اُس کے فریفتۂ کمالات ہوں اور جان و مال سے اُس پر شیدا ۔ چند روزہ صحبت کو اغیار کے ساتھ اخلاق و عاداتِ حمیدہ اور اعمال و احوالِ حسنہ مصنوعی ظاہر کر کے گذارنا سہل اور مصنوعی طور پر اُن کے سامنے بزرگ بننا آسان۔ مگر ہر وقت کے حاضر باشانِ خدمت جنکو درونی و بیرونی معاملات و عادات سے پوری اطلاع ہوتی ہے۔ اور ان پر کوئی حالت ظاہری و باطنی مخفی نہیں رہ سکتی۔ تاوقتیکہ وہ ملکاتِ فاضلہ جبلی و اصلی نہ ہوں۔ بیشک فریفتۂ کمالات سچے مخلص پورے عاشق نہیں ہو سکتے آپ اہلِ بیتِ اطہار و اصحابِ کبارِ محمدی و حاضرانِ خدمتِ اقدسِ نبوی کے اخلاقِ حمیدہ دیکھیے کہ دوسروں پر اپنے سے زیادہ مہربان آپ فاقہ کریں اہل و عیال اور گھر کے اطفال کو فاقہ میں رکھیں

مگر دوسروں کو بحالتِ فاقہ نہ دیکھ سکیں اور چونکہ رسولِ برحق و خالق حق سے اُن کو سچی محبت اور پورا عشق لہٰذا یہ سچا اثر اُن کے رگ و پے میں پورا ساری کہ وابستگانِ حضرتِ ایزدی و جان نثارانِ درگاہ محمدی کے ساتھ اُن کو مرتبہ کامل محبت اور مخالفانِ درگاہ اور اہلِ بغاوت سے پوری عداوت اشداء علی الکفار رحماء بینہم ان کی شان یہ بات کہ بحکم اتحادِ نوعی سب کو ایک نظر دیکھنا ضروری ہے اور ہر کسی کے حال و قال اہل و عیال کا نقصان ناگوار خاطر ہونا بحکمِ فطرت لازم غلط

صاحبو! الشیٔ اذا ثبت ثبت باٰثارہ و لوازمہ۔ بیشک مرتبہ عشق خداوندی اور مرتبہ محبت خالق برتر کو یہی لازم ہے۔ اور از جملہ ضروریات کہ وابستگانِ محبوبِ حقیقی یعنی رب برحق سے محبت ہو اور مخالفانِ محبوب سے عداوت اور یہ وہ سچا علاقہ قوی اور محکم ہے کہ کوئی علاقہ نسبی ہو یا اتحادِ نوعی اس پر غالب نہیں۔ اور نہیں ہو سکتا۔ اس کے خلاف کو حکمِ فطرت کہنا فطرتِ صحیحہ اور سلیمہ کے خلاف ہے اور مخالفانِ محبوب سے نفرت نہ ہونی اور اُن کو ایک نظر سے دیکھنا بیشک مرتبہ عبودیت و بندگی کے مخالف ہے۔ اُن حضرات کی یہ شان کہ اُن کو اپنا جان و مال آپ پر آپ کی مرضیات میں صرف کرنا سہل۔ اپنے بچوں کو یتیم اپنی عورتوں کو بیوہ کرنا آسان تھا آپ سے جسکو زیادہ قرب و وابستگی اس میں یہ اثر زیادہ قوی حضور کی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہ کو دیکھئے سارا مال کس خوشدلی اور سچے اخلاص سے حضور کی مرضیات میں وقف کیا۔ آپ کے یارِ غار صدیقِ اکبر کو دیکھئے تمامی اثاث البیت جملہ مال جبہ جبہ کر کے حاضرِ خدمت کر دیا۔ اور آپ پر سے اُن اور فاروق عادل نے نصف مال عثمان غنی کا مال مصارفِ خیر و مرضیاتِ خالق میں بمرات و کرات کام آیا۔ صاحبو اس پریشانی حال میں ان حضرات کا یوں کام آنا یہ اخلاق محمدی اور آپکی نیک تعلیم اور حاضر باشانِ خدمت کی سچی عقیدت اور سچی محبت اور اخلاص کا اثر تھا۔ یا کچھ اور یہی وجہ ہے کہ ہم بھی تمامی گروہِ صحابہ و جملہ اہلِ بیت و ازواجِ مطہرات کو اُمت محمدی میں سب سے زیادہ اعلیٰ و افضل سمجھتے ہیں۔ اور اُن میں سے ہر چھوٹے بڑے کے ساتھ حسنِ عقیدت اور سچے اعتقاد کو اپنے حق میں اسرار سعادت۔ آپ کی خوبیِ تعلیم اس مرتبہ کہ بعد بعثت تھوڑی مدت میں اپنے دینِ قویم کی کہیں سے کہیں اشاعت فرمائی اور بعد وفات اپنی تعلیم کا وہ سچا اثر چھوڑا کہ بغیر سامانِ جنگ و ضرب و بغیر قوتِ زور و زر فقر و فاقہ کی حالت میں افضالِ خداوندی کے بھروسہ پر تھوڑی جماعتِ صحابہ کو سلاطین کا مقابلہ کرنا سہل ہوا اور کل تمام عالم میں اس دینِ پاک کی روشنی پھیل گئی خزائنِ سلاطین غنیمت میں داخل ہوئے اور پھر وہ سچا اثر اب تک

باقی کہ بفضلہ تعالے اس دم تک وہ روشنی پہیل رہی ہے اور پھیلتی جاتی ہے۔ زمانہ حیاتِ نبی کریم میں بعض سلاطین زمانہ آپکے آستانِ عالیہ کے غلام ہوئے اور فتوحات کی ہر طرف سے آواز مگر آپ کا زہد فی الدنیا اس مرتبہ کہ حضرت عائشہ زوجۂ مطہرۂ حضورِ اقدس روایت کرتی ہیں کہ مہینوں آپکے گھر میں چراغ جلتا تھا نہ آگ روشن۔ مدارِ قوت پانی اور کھجور رہائے مدینہ پر بغیر کھانا آپ کا جو کی روٹی تہی کبھی آپ نے اور آپ کے اہلِ بیت نے گیہوں کی روٹی متصل تین روز تک نہیں کہائی اور نہ کبھی پوری شکم سیری کے ساتھ آپ کو اور آپ کے عیال کو کہانا ملا۔ ہمیشہ موٹے قسم کا لباس پہنا۔ یہی عادت تہی کہ بجائے نرم روئی کے آپ کا بستر چمڑے کا ہوتا تھا اس میں کھجور کے پتّے کوٹ کر بہرے جاتے تھے۔ وہ لباسِ پاک جس میں حضور نے وفات پائی حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ موٹی قسم کا تہا۔ اور اُس میں پیوند لگے ہوئے تہے صحابۂ کرام نے شدتِ بہوک کی شکایت کی اور اپنے اپنے پیٹ پر پتہر بندھا ہوا دکھلایا۔ آپنے پیرہن شریف کا دامن اُٹھایا اور دکھلایا کہ تمہارے اگر ایک پتہر بندھا ہوا ہے تو دیکھ لو۔ محمدؐ کے شکم پر دو پتہر ہیں۔ تمام عباداتِ و مرضیاتِ خالق میں یہ سرگرمی کہ راتوں کھڑا رہنا۔ اور عبادات و ریاضاتِ شاقہ میں بسر کرنا حتی کہ قدمہائے شریف پہ ورم آگیا۔ صحابہ نے غم کہا کر عرض کیا کہ آپ سے محبوب باری ہمہ جہت راضی آپ کیوں اس مرتبہ ریاضات شاقہ کرتے ہیں۔ فرمایا۔ افلا اکون عبداً شکوراً مطلب یہ کہ جب میں یوں مورد الطاف ہوں اور یوں بے نہایت انعامات کے ساتھ مجھکو نوازا گیا ہے۔ تجہپر لازم ہے کہ کمال درجہ شکر کروں اور سب سے زیادہ عبادت سے شکر نعمت ہائے توجہ انکہ نعمت ہائے تو۔ حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا گیا۔ کہ اخلاق محمدی کیا تہے فرمایا۔ قرآن پاک یعنی اوامرِ قرآن پاک پر آپ کار بند تہے۔ اور نواہیِ قرآن کے تارک ✧

صاحبو! حضور سرورِ عالم اور آپ کے آل و صحاب کی یہ مختصر سوانح عمری ہے جس سے آپ کا نبی اور سچا ملہم ہونا واضح ثابت۔ بیشک ملہم کی سچائی کی بڑی دلیل اُس کی سوانح عمری ہو سکتی ہے۔ اور اس سے اُس کی سچائی اور نیک نیتی معلوم ہوتی ہے۔ اور سوانح عمری پر اطلاع یوں بہی ضرور کہ بغیر اطلاع عبادات و عاداتِ رسول امت کو اتباعِ رسول دشوار ہیں ان مختصر حالاتِ محمدی کو جو بطور سوانح مذکور ہوئے۔ انصاف سے دیکھئے کہ ان سے کس مرتبہ کہلے طور پر ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے تمامی ملکات بیشک اعلی مرتبہ میں تھے۔ اور بے شبہ آپ بڑے نیک نیت اور بڑے با اخلاص اور آپکے تمامی اعمال حسنہ اور ہر قسم کے مساعی

جمیلہ کی بنا رہمہ نیک نیتی و اخلاص پر تہی۔ خواہشِ نفسانی اور طمع لذات جسمانی کو نہ کوئی مداخلت تہی نہ شرکت دیکہو اِن سوانحِ محمدیؐ و اصحاب محمدی سے آپکے علوم راسخہ اور اخلاقِ فاضلہ کا علی وجہ الکمال و الاکمل ہونا کس مرتبہ بداہتہً ثابت ہوتا ہے۔ اور علیٰ ہذا آپ کی خوبیِ تعلیم کس درجہ روشن۔ یہی تو وجہ ہے کہ ہم خود آپ کی ذات جامع کمالات کو سب سے اعلیٰ سب سے افضل اعتقاد کرتے ہیں۔ اور دوسروں کو اِس اعتقاد کے ساتہ مکلّف جبکو تردد ہو دوسروں کے کمالاتِ علمی و عملی اور دوسروں کی سوانح عمری دکہلا کر موازنہ کرے

یا تنگ نہ کر ناصح ناداں مجھے اتنا یا چل کے دکہادے دہن ایسا کمر ایسی

آپکی تہذیب آپ کی خوبی تعلیم گو بخوبی ثابت ہو چکی مگر ارکان نماز کو تمثیلاً اور پیش کرتا ہوں تا اور واضح معلوم ہو کہ احکام شریعت محمدیہ علی صاحبہا الف صلواۃ و سلام کس مرتبہ خوب ہیں۔ اور کیسے اعلیٰ درجہ کے حُسن ہر ہر بات اور ہر ہر حکم کیسی کیسی حکمتوں و دقایق پر مبنی ہے اور کیسے کیسے لطائف خفیہ پر ان کی بنا ر پہلے عرض کر چکا ہوں۔ کہ وجوہِ محبت و عشق چار ہیں اور ہر واحد اُنمیں سے علت مستقلہ ولو کان موجود ا بالوجود المجازی۔ جمال۔ کمال۔ قرابت۔ احسان۔ اور ذات باری میں یہ تمامی وجوہِ محبت و فریفتگی علی وجہ الکمال حقیقۃً و بالذات موجود۔ پس لازم کہ ہر قلب میں اُس کا عشق ہو۔ اور ہر دل میں اُس کی محبت اور ظاہر کہ مرتبۂ عشق و محبت کو یہ ضرور کہ عاشق کا رُخ توجہ الی المحبوب ہو۔ اُدہر یہ بہی عرض کر چکا ہوں کہ عبادت قلب روح و بدن و جوارح دونوں سے متعلق اور قلب اور روح و بدن و جوارح میں یہ علاقہ کہ روح و قلب اصل و حاکم اور بدن و جوارح اس کا تابع و محکوم وہ مرتبہ باطن اور بدن و جوارح اُس کا ظاہر پس جیسا کہ اُس علم صحیح اور سچے اعتقادِ محبوبیت حقہ باری عزوجل کو یہ اثر لازم تہا کہ قلب و روح کی توجہ الی اللہ ہو۔ اور اُسی کی طرف استقبال جوارح و بدن پر نیز ترتب اِس اثر حقہ کا ضرور۔ چنانچہ بدنی عبادت کے وقت یعنی بحالتِ صلوۃ بر مبنائے دلیل محکم لفظ اللہ اکبر کے جس کا یہ حاصل کہ خدا سب برتر تمامی اشیاء سے بڑا ہے اور سب سے افضل ہر طرف سے یکسو ہو کر خانہ کعبہ کیطرف جو عالم اجسام میں اُسکی تجلیات محبوبی کا مظہر ہے اور افعالِ حج جو جملہ عاشقانہ افعال ہیں اُس پر واضح دلیل اوّل رُخ توجہ اور استقبال کرتے ہیں۔ اور پہر اُس کے سامنے مؤدب کہڑے۔ یہ بہی عرض کر چکا ہوں کہ ہمارے تمہارے تمامی مخلوقات کے کمالات متناہیہ وحدودہ کمالاتِ باری کے ساتہ ذرہ وار ایسی نسبت رکہتے ہیں جیسے متناہی بلکہ وجودِ ذرہ کو بمقابلہ غیر متناہی

کمالاتِ باری غیر متناہیہ کو بڑی عظمت ہے اور بمقابلہ اس کے کمالاتِ مخلوق کو بڑی پستی اِس اعتقادِ حق کا
بیشک یہ اثر کہ قلب و روح میں اپنی پستی ہو اور اُس خالق برتر کی عظمت بدن پر بھی - اُس اثرِ صحیح کا یہ نمونہ
کہ بحالتِ رکوع اپنی پستی کا معترف ہو کر اُس خالق برتر کی عظمت کا اقرار اور لفظ سُبحان ربی العظیم اسپر شاہد
عدل اور جب یہ بھی ثابت کہ وجودِ مخلوقات جسکو بمنزلہ وجودِ ذرات ارض کہا گیا ہے اصلی و خانہ زاد
نہیں بلکہ جیسے نورِ آفتاب ذراتِ ارض میں جلوہ گر ایسے ہی انوارِ کمالاتِ باری ذرہ وار مخلوقات
میں یعنی یہ کمالات خالق برتر کے کمالاتِ اصلیہ اور مخلوقات میں اُسکی عطا اور اُسی کے اظلال اِس اعتقاد
صحیح سے قلب و روح پر یہ اثر صحیح کہ روح و قلب میں مرتبۂ عظمت سے ترقی ہو کر مرتبۂ علو باری تا نہایت
ہو اور بمقابلہ اس کے اپنی غایتِ ذلت جوارح بدن پر اُس کا یوں ظہور کہ صورتِ سجدہ ادا کر کے
جس میں اپنی ناک اپنا چہرہ جو اعضارِ بدن میں سب سے افضل ہیں - اُس کی خاکِ آستانِ عالیہ سے
رگڑ کر اپنی غایتِ ذلت و غایتِ خواری کا معترف ہو کر اُس کے غایتِ علو کی تصدیق اور سُبحان
ربی الاعلیٰ جو بحالتِ سجدہ کہا جاتا ہے اُسپر شاہد عدل ہے ہر ہر رکن نماز کی کیسی کیسی حکمتِ غامضہ
اور اصولِ دقیقہ پر بنا ہے - اور نماز کی ہر ہر حرکت کیسے کیسے رموز دقیقہ حقہ کیطرف مشیر افسوس
کہ مجھ پر وقتِ معینہ کی مدت پوری ہونے کی اطلاع دیکر بار بار تقاضہ کیا جاتا ہے - کہ میں اس
بیان کو ختم کروں اور اُس کے دائرہ وسیع کو تنگ ناچار میں بیٹھتا ہوں کاش مجھکو وقت کی توسیع
ہوتی - تو انشاء اللہ تمامی احکاماتِ شریعتِ محمدیہ کی لِمّ و حکمت کو پوری توضیح کے ساتھ واضح
کر دکھاتا - اور چونکہ محکوم تھا کہ جو کچھ کہوں بروئے عقل کہوں - لہٰذا ہر مدعا و مطلب کو اپنی
عقلِ نارسا کے بموافق عقلی دلائل و عقلی براہین سے ثابت کیا گیا ہے - اگر قصور ہو میری عقلِ
نارسا کے حوالے فرمایا جاوے - الحمد للہ الذی کفیٰ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

العجالة فی اثبات التوحید والرسالۃ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

امابعد۔ آپ کی چٹھی پہونچی ہجوم مشاغل متعلقہ نے اس مرتبہ عدیم الفرصت کر رکھا ہے کہ خور و خواب کا وقت میسر آنا بھی دشوار ہے۔ بکار دیگر چہ رسد ناچار تعمیل حکم سے قاصر رہا۔ اور تحریر جواب میں زیادہ دیر واقع ہوئی معہذا بی کمالی اپنا مبلغ کمال ہے اور کم مائگی اور بے استعدادی اپنا سرمایہ استعداد تحقیق مسائل یکطرف مسائل ضروریہ دین پر بھی عبور نہیں۔ پس آپ جیسے باکمال و بالیاقت کی تحریر کا جواب مجھ جیسے ناکارہ کے مرتبہ استعداد سے بعید تھا اور ہے مجبوراً کار امروزہ کو تا بفرداً ٹالتا رہا اور چاہتا تھا۔ کہ تحریر سامی واپس بھیجوں مگر آپ کے غائبانہ الطاف اسپر اپنا یہ سکوت بالکل بے محل و نامناسب معلوم ہوا اور یوں سمجھکر کہ مامور ہوں والمامور معذور آج تحریر جواب کی ہمت کی لیکن چونکہ زیادہ دیر ہوئی اور آپ کو کلفت انتظار کی کوفت اٹھانی پڑی۔ اوّل بہزار ندامت اس کی معافی چاہتا ہوں۔ اس کے بعد جو گذارش ہے۔ اس پر توجہ کا خواستگار۔ اعتقادات ثلثہ جن کو آپ مسلمہ علماء متاخرین فرماتے ہیں ان کی تردید جو پیش نہاد خاطر ہے شاید ضرورت تردید یہ ہو کہ آپ بزعم خود حقانیت مذہب ظہور خوارق پر سمجھتے ہیں اور کلیۃً بنا ظہور خوارق حق پر جان کر اور علی العموم بلالحاظ کسی قید کے ظہور خوارق من اللہ سمجھکر ظہور خوارق کو صاحب خارقہ و مذہب صاحب خارقہ کی حقانیت کے بارہ میں دلیل کافی جانتے ہیں۔ اسی بنا پر نجات اُخروی و وصول الی اللہ کے بارہ میں آپ کے نزدیک غالباً پابندی کسی مذہب اور کسی ملت کی ضرور نہیں اگرچہ وہ مذہب آخر المذاہب ہو اور بحق مذاہب سابقہ ناسخ اور نہ اقرار رسالت و تصدیق نبوت اس رسول اور اس نبی کی جو یہ مذہب اخیر لے کر آیا ہو اور خود آخر النبیین ہو اور خاتم المرسلین اور جملہ مذاہب اور جملہ ملل اس کی شریعت کاملہ سے منسوخ بزعم سامی ضرور بلکہ بر بنا

ظہورِ خوارق جس مذہب اور اہلِ مذہب کا آپ کے نزدیک حق ہونا قرار پایا ہے۔ بعد اقرارِ توحید وصول الی اللہ کے بارہ میں یا آپ اس کی پابندی کافی سمجھتے ہیں۔ یا ہوتے اقرارِ توحید کے پابندی کسی مذہب کی بنی ضروری نہیں جانتے آزادی میں بسر کرنا اور برہمنونی عقل و رہبری طبیعت۔ اعمالِ نیک و افعالِ حسنہ پر عمل کرنا اور حرکاتِ قبیحہ و اعمالِ بد سے مجتنب رہنا غالباً آپ کے نزدیک موصل الی المقصود ہو سکتا ہے۔ نجاتِ اُخروی صرف اعتقادِ توحید کے ساتھ وابستہ ہے۔ یہ ضرور کہ معبودِ حق کو ایک منفرد الذات والصفات سمجھے دوسری چیز کو خواہ وہ اقرارِ رسالت ہو یا پابندیٔ مذہب و بارہ نجاتِ اُخروی کوئی مداخلت نہیں مگر محتمل تھا کہ شاید کوئی خوارق کا کلیۃً انکار کرے اور ظہورِ خوارق کو حجتِ حقانیت نہ قرار دے اور جملہ خوارق و معجزات و کرامات وغیرہ وغیرہ کو من اللہ نہ سمجھے یا شاید کوئی سچی نجات و سچی مقبولیت اور تمامی خیرات و حسنات کو اپنے مذہبِ خاص میں بعد ظہورِ مذہبیہ منحصر بتلاوے اور بغرض اعلاء کلمۃ اللہ و بشوقِ رضا جوئی حق جل و علیٰ بمقابلہ اعداءِ دین ہر قسم کے مصائب برداشت اور تلخی موت تک کا تحمل جو خاص اُن کے مذہب کے ساتھ مخصوص ہو دلیل حصر قرار دے۔ اور آپ پر پابندی اُس مذہب کا لزوم ثابت کر دکھائے۔ لہذا آپ پر ضرور ہوا کہ آپ ان اعتقاداتِ ثلثہ کا غلط ہونا ثابت کر دکھائیں اور ہر ایک کی اُن میں سے تردید فرمائیں تا بزعمِ خود آپ موردِ الزام نہ ہوں اور معذور قرار پائیں آپ اور آپ کا جو مسلک ہو حق ٹھیرے اور نجاتِ اُخروی اُس کے ساتھ وابستہ ہو مجکو سوا اتنی بات کے کہ بزرگوارانِ اہلِ اسلام کے چند خوارق کسی معتبر کتاب سے ٹھیک پتہ کے ساتھ نقل کردوں دوسرا موقع نہیں مگر چونکہ آپ مجھ جیسے ناکارہ سے اس بارہ میں مشاورت چاہتے ہیں اور بناءً علی حسن الظن کسی خاص ہدایت کے طالب بدنا چار لازم ہوا کہ بروئے تحقیق جو حق ہو اُس سے مطلع کردوں۔ اور بے تکلف لکھوں۔ کتمانِ حق کرنا اربابِ عقل کے نزدیک اصول مشاورت کے بالکل مخالف ہے۔ اور مقصودِ مشاورت کے خلاف۔ مرتبۂ دیانت سے دور اور خیانت فی الدین میں داخل۔ پس معاف فرماکر جو عرض کرتا ہوں بروئے انصاف اُس پر توجہ فرمائیے ✤

جانمن۔ سچی مقبولیت اور سچی نجات اور سچی حسنات و خیرات کے واسطے اقرارِ توحید و اقرارِ رسالت دونوں جزو ضروری ہیں۔ یعنی جیسے یہ اعتقاد ضرور ہے کہ معبودِ حق ایک ہے منفرد الذات والصفات لیس کمثلہٖ شیءٌ ویسے ہی اُس کے انبیاء مبعوثین کی تصدیقِ رسالت کرنا۔ اور اُن کو نبی برحق سمجھنا نیز ضرور ہے بلکہ در حقیقت

خود اقرار توحید کو تصدیقِ رسالت لازم اور سچی توحید بغیر تصدیق رسالت ناممکن الحصول تفصیل
اِس اجمال اور توضیح اِس مقال کی گو تمہیدِ مقدمات کو چاہتی ہے۔ مگر یوں سمجھکر کہ شاید طول تقریر
ناپسند خاطر ہو اُس سے درگزر کرکے اصل مقصود کی راہ لیتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ جو لکھوں اختصار
کے ساتھ سہل و آسان لکھوں حضرت من آپکے طرز کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ توحید کو مانتے
ہوئے ہیں جسقدر آپ کو تامل ہے پابندیٔ مذہب میں ہے۔ یا اقرار رسالت میں نظر بریں توحید
کے بارہ میں قلم فرسائی کرنا مرتبۂ ضرورت سے زیادہ ہے۔ بلکہ آپکے بیش بہا وقت کی ناحق تضییع۔
اُدھر بداہتِ عقل سے توحیدِ باری ثابت دلائل عقلیہ و براہین قطعیہ مسلمۂ اہل عقل اُسپر قائم مگر تاہم
بطورِ تمہید مسئلہ اقرارِ رسالت چاہتا ہوں کچھہ اختصار کے ساتھ مسئلہ توحید کو نیز ثابت کروں۔

حضرت من! از جملہ مسلماتِ اہلِ عقل ہے کہ ثبوتِ صفات للموصوف دو طور پر ہوتا ہے اور
بہمین لحاظ صفات کی دو قسم ہیں ایک وہ کہ ثبوت اُنکا للموصوف بالذات ہو اور ثبوتِ صفات کے بارہ میں
خود ذاتِ موصوف کافی نہ محتاج الی الغیر ایسے صفات کا تحقق و ثبوت مرتبۂ ذات موصوف و مرتبۂ
وجودِ موصوف سے جدا نہیں ہوسکتا۔ اور بعد وجودِ الموصوف نہ عدمِ سابق اِن صفات کا ثابت ہو نہ
عدمِ لاحق عارض اُن ہی صفات کو صفاتِ ذاتیہ کہتے ہیں۔ دوسری قسم وہ کہ ثبوت اُن کا للموصوف
بالعرض ہو اور ذاتِ موصوف اُن کے تحقق و ثبوت کے بارہ میں ناکافی بلکہ محتاج الی الغیر اُن صفات
کو صفات عرضیہ کہتے ہیں اور بالنظر الی ذات الموصوف تحقق و ثبوت اُن کا محفوف بین العدمین ہے
یعنی مرتبۂ ذاتِ موصوف و مرتبۂ وجودِ موصوف میں بوجہہ نہ ہونے اِن صفات کے جیساکہ عدم سابق
اِن صفات کا ثابت تھا۔ بوجہہ عدمِ اقتضا رذاتِ موصوف عدمِ لاحق اُن کا نیز عارض ہوسکتا ہے
مابہ الفرق یہ ٹھیرا کہ صفاتِ ذاتیہ کو یہ لازم کہ بالنظر الی ذات الموصوف و بالنظر الی وجودہ اُنکا تحقق
و ثبوت ضروری ہو نہ عدمِ سابق تھا نہ عدمِ لاحق ہوسکے۔ دونوں ممتنع اور صفات عرضیہ کو یہ ضرور کہ
عدمِ سابق و عدمِ لاحق بالنظر الی ذاتِ الموصوف و وجودہٖ دونوں ممکن اور یہ خود ظاہر ہے کہ وجودِ
ممکن محفوف بین العدمین ہے۔ اور ذاتِ ممکن وجود و توابعاتِ وجود کے ثبوت و تحقق میں بہمہ جہت
دوسرے کی محتاج۔ اِسی لیے مرتبۂ ذاتِ ممکن میں اُس کے وجود و سائر کمالات وجود کا عدم سابق
نیز ثابت ہے اور عدمِ لاحق نیز ممکن التحقق۔ پس واضح ثابت ہوا کہ ممکن کا وجود و کمالاتِ وجود

مجملہ ممکن کی صفاتِ عرضیہ ہیں اور اُن کا تحقق و ثبوت ذاتِ ممکن کو ثبوت بالعرض نہ ثبوت بالذات
ورنہ نہ عدمِ سابق کو گنجایش تھی اور نہ عدمِ لاحق کو امکان - اور چونکہ سلسلۂ وجود ما بالعرض بدون وجود
ما بالذات از جملہ مستحیلاتِ عقلیہ ہے اور بوجہ استلزامِ اجتماعِ نقیضین کھلا محال - لہذا لازم کہ ہر ما
بالعرض اپنے وجود و تحقق میں آپنے ما بالذات کا محتاج ہو پس ضرور ٹھیرا کہ مرتبۂ واقع اور مرتبہ
نفس الامر میں ایک وہ موجود ہو جو اپنے وجود اور سائر کمالاتِ وجود کے ساتھ متصف بالذات
و با لاصالت ہے اور یہ تمامی صفات اُس کی صفاتِ ذاتیہ ہوں وہ نہ اپنی ذات میں دوسرے کا
محتاج ہو نہ مرتبۂ صفات میں اور دوسرے تمامی ممکنات اپنے وجود و کمالاتِ وجود مرتبۂ ذات
و صفات سب میں اُسی کے بہمہ جہت محتاج یہ تمامی کمالات مثل نورِ آفتاب اُس کے کمالاتِ ذاتیہ
ہوں اور دوسروں میں اُس کے جود و عطا کے بعد آئینہ وار جلوہ گر - پس وہ موجود جو بالاصالت و
بالذات موجود ہے - اور باقی تمامی موجوداتِ عالم و ذراتِ عالم اپنے موجود ہونے میں اُسی کے
محتاج - اور ہر ایک کا وجود و ہستی اُسی کے جود و عطا کا اثر - بلکہ اُسی کے کمالات سب میں جلوہ گر
اور اُسی کے اظلالِ وجود سے ہر شے موجود - پس وہی موجودِ اصلی و حقیقی موجودِ حق ہے - اور وہی
خالقِ مطلق - وہی خدا ہے - اور سچا معبود اور وہی الٰہ حق ہے اور واجب الوجود اور چونکہ اس کا
وجود اُس کی صفتِ ذاتی ہے - لہذا لازم کہ اُس کی ذات عینِ کمالات جملہ مراتبِ وجود کو محیط ہو
اور تمامی مراتبِ وجود کا ثبوت و تحقق اُس کے لیے ضرور ہو کوئی مرتبہ مراتبِ عدم کا اُس کی ذات
مستجمع کمالات کے لیے نہ ثابت مانا جائے - ورنہ ظاہر کہ اُس کا موصوف بالذات ہونا غلط ہوگا
اور نیز لازم کہ جس مرتبہ وجود کا عدم اُس میں مانا جائے - اس مرتبۂ وجود میں وہ دوسرے کا محتاج ہو اور اُس مرتبہ
وجود کے تحقق و ثبوت میں اُس کی ذات ناکافی پس لازم اور بدیہی لازم کہ جسکو واجب الوجود
مانا تھا - وہ واجب الوجود نہ رہے - اور از جملہ ممکنات ہو اور مثل دیگر ممکنات دوسرے کا محتاج پس و تسلسل تحیل
کہ سلسلۂ وجود ما بالعرض بدون وجود ما بالذات جس سے عبارت ہے لازم آوے کھلے محال کو متلازم لہذا
ضرور کہ وہ موجودِ حق جملہ مراتبِ وجود کو محیط ہو اور ما سوائے اُس کے جو ہو - اُسکو وجود ذاتی اور وجود
اصلی کا کوئی مرتبہ نہ ثابت مانا جائے سب اُس کے اظلالِ وجود کے پرتو ہوں - اور موجود بوجودِ ظلی
یعنی وجود و کمالاتِ وجود میں سب اُسی کے محتاج نہ بالاصالت موجود پس اب ثابت ہوا کہ کوئی

دوسرا نہیں۔ جو اُس معبودِ حق کا شریک فی الذات والصفات ہو اور مثل اُسکے معبودِ حق قرار پاوے۔ محتاجگی ہر شے وہر موجود کی خود دلیلِ روشن ہے کہ وہ اپنے محتاج الیہ کا بندہ ہے۔ نہ یہ کہ خدا ہو یا شریکِ خدا۔ پس کہلا ثابت کہ معبودِ حق ایک ہے متفرد الذات والصفات احد لاشریک لہ صمد لم یلد ولم یولد۔ اور چونکہ ہر ہر فردہ ذراتِ عالم سے اُسی کے جود وعطا وکرم وسخا کا اثر ہے اور اُسی کے کمالات کا پرتو اور اُسی کی ذرہ نوازی وبندہ پروری پر مرتب۔ اور یہ خود واضح کہ جب اُس نے بغیر سابقہ استحقاق محض اپنی عطا اور جود سے یہ جملہ وجود وبود ہم سب کو مرحمت فرمایا ہے۔ سلب کرنا اور نہ دینا ان کمالات وعطیات کا نیز تحتِ قدرتِ تعالےٰ داخل۔ اور بایں معنے ہم سب کا نفع وضرر اُسی کی ذات سراپا کمالات کے ساتھ وابستہ۔ اور خود مسلم کہ مدارِ اطاعت وفرماں برداری جملہ اسی اُمیدِ نفع واندیشہ ضرر پر ہے۔ اور جس کے ساتھ اُمیدِ نفع واندیشۂ ضرر بالاصالت وابستہ ہو۔ وہی حاکمِ حقیقی ہے اور مالکِ اصلی وہی مفیضِ مطلق ہے اور وہی منعمِ برحق تو ایسے حاکمِ حقیقی کی اطاعت اور ایسے منعمِ حق کا شکر یہ ہر متنفس پر ضرور۔ اور جس نے دوسرے کو اپنے پرتوِ جمال وکمال سے ایسا باکمال یا جمال بنا دیا بحکمِ فطرت اُس عینِ کمال وعینِ جمال کے سچے عشق وسچی محبت کا تخم ہر شے اور ہر دل میں ہونا لازم کیوں نہ ہو۔ الانسان مجبول علےٰ حب من احسن الیہ وشکر المنعم واجب از جملہ مسلمات ہے ونعم ما قال قائل ؎ برائے سجدۂ محرابِ ابرو + بدلہا ذوقِ ایمان آفریدند +

اسی علاقۂ صادقہ عشق ومحبت کو بندگی وعبودیت کہتے ہیں۔ ایمان واسلام گویا اسی علاقۂ عشق ومحبت کا عنوان ہے اور اسی علاقۂ عشقی کو عشقِ حقیقی ومحبتِ صادقہ کہتے ہیں اور بلحاظ اسی رابطہ قویہ کے کہ عشق ومحبت نیز اُس کا عنوان ہے اور حاکمی ومحکومی نیز اُس سے عبارت۔ ایک کو عابد اور دوسرے کو معبود یا ایک کو حاکم اور دوسرے کو محکوم تعبیر کرتے ہیں۔ خوب کہا جس نے کہا ؎

عاشقی چیست بگو بندۂ جاناں بودن

اور عشق ومحبت کو گو وہ کان مجازی ہی یہ لازم کہ عاشق اپنی مرضیات کو محو مرضیاتِ محبوب کر دے اور اپنی خواہشات سے بالکلیہ برطرف ہو مرضیاتِ محبوب اُس کی مرضیات ہوں اور خواہشاتِ محبوب اُس کی خواہشات۔ اور جبکہ عشقِ مجازی کو یہ مرتبہ لازم ٹہرا تو موافق مسئلہ مسلمہ الشئی اذا ثبت ثبتت بلوازمہ وآثارہ ترتب اُن آثار ولوازم کا مرتبۂ عشقِ حقیقی کو بالاولےٰ لازم۔ بندگی وعبودیت

اطاعت و فرمانبرداری اسی مرضیاتِ محبوبِ حق کی اتباع اور اُس کی خواہشاتِ قلبی کی اطاعت کا عنوان ہے
پس لازم ٹھیرا کہ تمامی مخلوقات ولوکان کذا وکذا اُس کی مرضیات کا اتباع کریں اور اُس کے اوامر و نواہی
کی اطاعت اور چونکہ وہ کمالات میں یکتا ہے اور اُس کے جود و عطا کرم و سخا میں کوئی دوسرا شریک
نہیں لہذا یہ بھی ضرور کہ اِس علاقۂ اطاعت و بندگی میں کسی دوسرے کو شریک کیا جائے اور حقِ عبودیت و
بندگی کو خالصاً لہ ادا کیا جاوے ورنہ درصورتِ عدم اطاعت یا درصورتِ شرک فی العبادت کفرانِ نعمت
کا وبال و بغاوت و سرکشی کی نکبت و نکال میں گرفتار ہونا ضرور مگر ظاہر ہے کہ دوسرے کی مرضیاتِ
قلبی و خواہشاتِ نفسی پر باوجود اتحادِ نوعی و علاقۂ یکجہتی تا وقتیکہ وہ خود ہی نہ مطلع فرماوے۔ ہم اور آپ
مطلع نہیں ہو سکتے اب اِس بارہ میں ہماری آپ کی کسی صاحب عقل کی عقل ولوکان صائباً کافی نہیں
عقل انسانی کا کمال اس سے زیادہ نہیں کہ حسن و قبح اشیا کو علی ماہی فی نفس الامر ادراک کر سکے مگر
کیا عجب جو چیز کہ حَسَن ہے بعارض قبیح قرار پاوے اور نامرضیاتِ محبوب میں داخل۔ اور جو شی
کہ قبیح عند العقل تھی بعارض حَسَن ہو اور مجملۂ مرضیاتِ محبوب شامل ہو۔ جیسا کہ شاہانِ دنیا و سلاطینِ وقت
گاہے بسلامے برنجند و گاہے بدشنامے خلعت دہند۔ ممکن کہ وہ سلطانِ حق و حاکم برحق جسکو ہم نے
حَسَن سمجھا۔ ارتکاب اُس کا عندہٗ تعالیٰ القبیح العرضی موجبِ عتاب ہو اور جو ہمارے ادراک عقل کے
موافق قبیح تھا امتثال اُس کا الحسنہ العرضی مورثِ ثواب یا بربنا بے نیازی و بنا علی غنائہ تعالےٰ
امر بالعکس ہو۔ اور مامور عندنا منہی عندہٗ تعالیٰ ہو اور منہی مامور۔ بالجملہ عقل انسانی ولوکان کاملاً اس بارہ
میں کافی نہیں بیشک اِسی کی ضرورت ہے کہ جس کی مرضیات پر عمل و نامرضیات سے حذر کرنا ہے وہ خود ہی
اپنی مرضیات و نامرضیات پر مطلع فرماوے اور طریقِ اطلاع ایسا صحیح جس سے بالیقین ثابت ہو جائے
کہ یہ اطلاع مِن عندہٖ تعالیٰ ہے نہ مِن عند الغیر مگر مسلم کہ محبوبانِ دنیا یا حکامِ مجازی باوجود نسبتِ یگانگت
و اتحاد ہر کس و ناکس سے اپنی مرضیات اور اپنے مافی الضمیر کو نہیں کہتے اور نہ ہماری عقل ولوکان علی مرتبہٖ
اُن کی مرضیات کی اطلاع کے بارہ میں کافی وہ محبوبِ حق و حاکمِ مطلق باوجود اِس فرق مرتبہ کے
کیوں کر ہر کس و ناکس کو اپنی مرضیات کی اطلاع دے سکتا ہے۔ یا اُس کی مرضیات و نامرضیات کے
بارہ میں ہماری تمہاری کسی صاحب عقل کی عقل کیوں کر کافی ہو سکتی ہے۔ بیشک ضرور ہے کہ وہ بھی اپنے
کسی مقرب خاص کو جسکو علومِ راسخہ و ملکاتِ فاضلہ پر مجبول فرمایا جاوے اور جس کے کمالاتِ علمیہ

ومحاسن وملکاتِ علیہ اُس کے نزدیک اس مرتبہ پسندیدہ ہوں کہ ابنار اس پسندیدگی کے وہ سب میں
برگزیدہ قرار پائے اور مرتبہ قرب خاص کے ساتھ نوازا جائے اپنی مرضیات و نامرضیات پر مطلع فرمائے
اور بوساطت اوس واسطۂ حقۂ صادقہ کے ہم اور تم اور سب عوام کو اطلاع ہو۔ بالجملہ بدون واسطے ایسے مقرب کے
طریقِ عبادت و راہ بندگی و اطاعت پر آگاہی و اطلاع نہ عادۃً ممکن اور نہ صرف عقل کسیکی و دونوں کا
مقرباً اس بارہ میں کافی۔ ایسی ہی مقرب خاص کو جو فی مابین ہمارے تمہارے اور اُس معبود حق کے
واسطہ قرار پاوے نبی و رسول کہتے ہیں پس اقرارِ توحید کو ضرور ہے کہ اقرار رسالت نیز اس کے ساتھ
ہو تاکہ اس تصدیقِ رسالت کے بعد برہنمونی اُس رسول حق کے طریقِ عبادت پر ہم بندگان بانیاز
کو پوری اطلاع ہو اور راہِ ہدایت و اطاعت و مرضیاتِ معبودِ حق نصیب ہو یہ نہو کہ باشاکشی نفس امارہ
راہ سے بے راہ ہوں اور بفحوائے مضمون فی کل وادٍ یہیمون بھٹکتے پھریں اور منزلِ مقصود یعنی مقامِ قرب
ومقامِ وصول الی اللہ سے محروم رہیں یا اپنی عقل نارسا کو اس بارہ میں اپنا رہبر بناکر مرتبۂ عشق و محبت
حقیقی و مرتبۂ فرمان برداری و اطاعت حقہ سے جسکو محوِ مرضیات ہونا لازم تھا اور فنا فی رضاء
المحبوب ہوکر رہنا ضرور دور رہ کر اپنی عقلِ ناتمام و علم ناکافی کے اتباع کی بدولت مرتبۂ عبودیت و نیاز و مرتبہ
اطاعت و بندگی سے محروم رہیں اور افمن اتخذ الٰہہ ھواہ کے مصداق۔ بالجملہ ببداہت عقل ثابت ہے کہ اقرار
رسالت نیز از جملہ متممات ایمان ہے ایمان و اسلام کو اقرارِ توحید و اقرار رسالت دونوں کے ساتھ
وابستگی ہے اور تنہا اقرارِ توحید در بارہ نجاتِ اُخروی کافی نہیں اور عقول ناقصہ و علوم ناکافیہ کو اس بارہ
میں کافی سمجھنا اور انکار رسالت و پابندیِ مذہب کو غیر ضروری خیال کرنا مرتبۂ عبودیت و مرتبۂ بندگی
کے بالکلیہ مخالف ہے۔ بے شبہ شعارِ بغاوت ہے اور از جملہ لوازمات کفرانِ نعمت اعاذنا اللہ وسائر
المسلمین مگر ابھی ثابت ہوا کہ رسول مقرب درگاہِ خداوندی کو کہتے ہیں اور تقرب اور یہ مقبولیت کسی
جمالِ جسمانی اور حُسنِ صورت پر مترتب نہیں۔ بیشک جسم و روح میں یہ علاقہ کہ جسم اگر ظاہر ہے تو روح
اُس کا باطن و الظاہر عنوان الباطن پس تنہا ظاہر پر اُسی کی نظر قاصر رہ سکتی ہے جسکو تا بباطن رسائی
نہو اور جو ظاہر و باطن کو یکساں دیکھے مطمحِ نظر اُس کا باطن ہوگا نہ ظاہر اسی بنا پر ارشاد ہے ان اللہ لا ینظر
الی صورکم و اعمالکم و لکن اللہ ینظر الی قلوبکم و نیاتکم پس مدار قربِ الٰہی کمالات روحانی پر ہے نہ غیر پر
جس کو مخلوقات و گروہِ رعایا و گروہِ عباد میں سے کمالات روحانی پر مجبول فرمائے اور بنا ہیں ای التفضل

وہ لیاقت علمی و ملکات فاضلہ راسخہ عملی مرحمت فرمائے جن کی بنا پر تمامی موجودین وقت و مبعوثین الیہم پر
اسکو فضیلت ہو۔ اُس کے علوم کاملہ و ملکات قویہ فاضلہ کو یہ لازم کہ ہمہ اطاعت ہو کر رہنا اُس کا شعار
ہو اور نامرضیات باری سے حذر اُس کا مقتضائے ذات مرضیات باری پر بقدر الاطلاع اُسکو اجاطہ
سہل ہو اور مزاج شناسی حاکم مطلق و معبود حق کا اُس کو پورا سلیقہ ہو۔ بالجملہ جسکو اس مرتبہ کا کمال نصیب ہو
وہ ہی متقرب ہوگا۔ اور اسی کو مرتبۂ اطلاع مرضیات و نامرضیات یعنی منصب رسالت و نبوت پر جسکو
منصب نیابت و مرتبۂ وزارت نیز کہہ سکتے ہیں ممتاز فرمائیں گے۔ اس مرتبۂ کمالات کے اتصاف
اور اس مرتبۂ قرب کی قابلیت پر مدار کار نبوت ہے۔ معجزات و خوارق عادات کا ظہور اس منصب عالیہ
کے آثار سے ہے اور یہ سب از جملہ آثار نبوت ہے نہ از جملہ مدار نبوت اثر شے بعد وجود شے ہوتا ہے
وہ مدار شے جس کو مقدم علی وجود الشے ہونا لازم ہے کیوں کر ہو سکتا ہے۔ غرض کہ نبوت و رسالت
کا مدار اظہار خوارق و معجزات پر نہیں اگر تمامی اُمتی اور گروہ علما جس کی طرف اسکو مبعوث فرمایا گیا ہے
اُس کے کمالات علمیہ و عملیہ پر نظر کرکے بشہادت عقل صائب بے تردد اُس کے منصب کی تصدیق
کرلیں اور اس کو رسول برحق سمجھ لیں تو نبی پر معجزات کا اظہار بھی ضرور نہیں ہے۔ پس خوارق و
معجزات جو از جملہ آثار لازمہ نبوت و رسالت نیز نہیں اُن کا مدار نبوت ہونا کیونکر صحیح۔ ادہر جب دیکھا
جاتا ہے کہ تمامی مخلوقات مظاہر وجود باری ہیں کمالات وجود باری سب میں علی قدر القابلیت جلوہ گر
اور نوع انسان اُن سب میں مظہر تام اور حضرات انبیاء علیہم السلام علی فرق مراتبہم اُس نوع انسان
کے افراد اکمل اور یہ خود مسلم کہ خالق برتر عز شانہ و جلت قدرتہ کی وہ وسعت قدرت اور وہ قوت ارادہ
کہ فعال لما یشاء و فعال لما یرید اُس کا عنوان اور ان اللہ علی کل شیء قدیر اُس کی تعبیر تو پس ضرور
ہے کہ ہر انسان میں بقدر القابلیت یہ صفت کاملہ جلوہ گر ہو اور جیساکہ باری عز و جل کے ارادہ قویہ
و قدرت کاملہ کو یہ لازم کہ اذا اراد اللہ شیئاً ان یقول لہ کن فیکون۔ یعنی جس شے کو موجود کرنا چاہے
اُس کے امر تکوینی کو اس شے کا تابر تبہ وجود آنا لازم ہو علی ہذا انسان بالخصوص اکمل الانسان کو کہ
گروہ انبیاء جس سے عبارت ہے نیز یہ ضرور کہ اُن کو اس مرتبہ قابلیت کاملہ کیساتہ نوازا جائے کہ اُنکی قدرت
اور اُن کا ارادہ ارادۂ قویہ و قدرت کاملۂ باری عز و جل کا مظہر و مثمر بن سکے جب چاہے بمقابلہ
منکرین اُن کی قدرت اور اُن کے ارادہ کو اپنی قدرت کاملہ اور ارادۂ قویہ کا مثمر بنا کر اُن کے ہاتہ پر

اظہار خوارق کر دیا جائے اور منکرین کو اُن کے مقابلہ اور معارضہ سے عاجز۔ تا بعد ظہور اِس حجت قویہ کے جس میں منکرین کو گنجائش دم زدن نہیں۔ اُس کے دعویٰ صادقہ کو ثابت کر دیا جائے۔ اور اِس امر کی تصدیق کہ بے شبہ یہ رسول منزل من اللہ ہے اور بیچانی مرضیات اور نامرضیات باری کی وُہی تفصیل ہے جسکو وہ کہے اور بیان کرے۔ اِس ضمن میں بحمد اللہ یہ بھی ثابت ہو گیا کہ خود اقرار توحید کو اقرارِ رسالت و تصدیقِ رسالت لازم ہے۔ کیونکہ اقرارِ توحید کو یہ ضرور کہ معبودِ حق کی اطاعت بلا شرکتِ غیرے اپنے ذمہ لازم سمجھے اور جس کی اطاعت کو وہ معبودِ حق عین اپنی اطاعت ثابت کر دکھائے اسکو علی الراس والعین تسلیم کرے۔ پس جبکہ سچے نبی کی تصدیق خود فرمائی گئی اور اُس کے دعوے کے احقاق میں بمقابلۂ منکرین وہ حجت قویہ پیش کی جس کے معارضہ سے باوجود تحدی مقابل عاجز اور اسی بنا پر اُس خارقہ کا معجزہ عنوان یہ ثابت کر دکھایا کہ بے شبہ یہ نبی من عند نا منزل ہے اس کی اطاعت عین ہماری اطاعت سمجھو اور اُس کے دعوے نبوت کی تصدیق کرو تو بعد ثبوت ایسی حجت قویہ کاملہ کے جو شخص کہ اُس کی تصدیق نہ کرے اور اُس کے اوامر و نواہی کی اطاعت سے منحرف ہو تو اُس کا یہ انکار اور یہ اعراض بے شبہ دوامر سے خالی نہیں اور ضرور کسی ایک پر مبنی ہے یا وہ شخص اپنے کو کسی دوسرے خدا کا بندہ سمجھتا ہے اور اطاعت اُس دوسرے کی اپنے ذمہ واجب جانتا ہے یا بزعم خود وہ کسی کا بندہ نہیں خود مستقل ہے۔ جو چاہے سو کرے نہ کسی کی اطاعت سے تعلق نہ بندگی سے علاقہ بالجملہ زبان قال سے گو وہ مدعی توحید ہے مگر زبان حال سے گویا اُس کی تغلیط کرتا ہے اور اپنے دعوے توحید کی آپ تردید۔ الحاصل اقرار توحید اقرار رسالت و تصدیقِ رسالت کو مستلزم اور انکار رسالت کو انکار توحید لازم سچی و واقعی اصلی و حقیقی توحید وُہی ہے کہ اقرار رسالت و تصدیق رسالت اُس کے ساتھ ہو ورنہ درصورت توحید ہے نہ درحقیقت۔ اور الحمد للہ کہ خود اقرار توحید کا مستلزم اقرار رسالت ہونا شہادت عقل سے نیز ثابت و متحقق ہوا اور دعوے استلزام توحید بتصدیق الرسالت واضح طور پر پایۂ ثبوت کو پہنچا خیر یہ کلام ضمنی تھا کلامِ سابق کا یہ خلاصہ کہ انسان کامل یعنی گروہ انبیاء کے مرتبہ کمال کو یہ لازم کہ وہ قدرت کاملہ و ارادۂ قویۂ باری کے مظہر ہوں اور جس چیز کو مرتبۂ وجود میں لانا چاہیں اور بارادۂ من اللہ و امداد منہ حتمی طور پر انکا ارادہ اس کے ساتھ متعلق ہو تو ان کے امر تکوینی کے بعد بارادۂ

تعالیٰ و مشیتہ اس چیز کا مرتبۂ وجود میں آنا نیز ضرور ہو۔ مگر یہ قابلیت کاملہ اور یہ قوت ارادہ بغیر قوت خیال
و بدون خلوۃ و صفائے عن الغیر حاصل نہیں ہو سکتی اور ایسی قوت قویہ اور ایسا خیال راسخ جیسا کہ کا
وہبی من اللہ ہوتا ہے اور کسی کے مرتبۂ کمال کو لازم جیسا کہ گروہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ایسے
ہی کا ہے کسبی نیز ہوتا ہے اور اس شق ثانی کی نیز دو قسم ہیں ایک وہ کہ کسب اس کا علی نہج الحق ہو
اور جملہ باستمداد قادر مطلق دوسرا گروہ کہ کسب اس کا علی نہج الباطل ہو اور باستمداد خبائث من الجنات
و الشیاطین جن کو ابتلاءً للانسان و امتحاناً لہ بہ نسبت انسان قوی القدرت مجبول فرمایا گیا ہے قسم اول
جس کا وہبی عنوان ہے گروہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے اور قسم ثانی جس کی کسبی تعبیر
ہے نہ ایسی عام کہ تنہا مقربان بارگاہ کے ساتھ ہی مخصوص نہیں وہ قسم کسبی جس کا کسب علی نہج الحق ہو
اس کو البتہ اتباع انبیاء و مقربان درگاہ یعنی حضرات اولیاء کے ساتھ علاقہ خصوصیت ہے اور قسم ثانی
کسبی کو اہل باطل کے ساتھ علاقہ خاص۔ گروہ اولیاء کے خوارق کو جو بطفیل اتباع انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام
اس مرتبۂ شرف کے ساتھ نوازے جاتے ہیں کرامت کہتے ہیں۔ اور اہل باطل سے اگر خوارق عادات
تا بمرتبۂ وجود آویں استدراج و سحر و مسمریزم وغیرہ ان کی تعبیرات ہیں اور وہ جملہ بامداد شیاطین و الجن الخبائث
مرتبۂ وجود میں آتی ہیں۔ اس تقریر سے فی مابین کرامات و استدراجات وغیرہ اہل باطل نیز فرق
معلوم ہو گیا ہوگا۔ اول یعنی کرامت کو یہ ضرور کہ صاحب خارقہ از جملہ اتباع انبیاء ہو اور شریعت حقہ
کا متبع۔ عقائد و اعمال میں بہمہ جہت مرضیات خالق کا پیرو ایسے شخص سے جو خارقہ عادات
اکراماً لہ و اکراماً لنبیہ مرتبۂ وجود میں آوے بے شک وہ کرامت ہے اور خود اس کے عقائد و اعمال
کی حقانیت کی دلیل۔ اور ثانی یعنی استدراجات وغیرہ کو یہ ضرور کہ صاحب خارقہ متبع شریعت
نہ ہو۔ اور عقائد و اعمال و احوال و اقوال میں اپنی ہوائے نفسانی و جاذبہ شیطانی کا پیرو۔ ایسا
خارقہ نہ خود حق نہ صاحب خارقہ کے عقائد و اعمال و مسلک و مذہب کی حقانیت کی دلیل۔ اور قسم
اول چونکہ اکمل الافراد یعنی حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے اور انہیں
کے منصب رسالت و منصب نبوت کے لیے از جملہ خصائص لہذا لازم کہ اگر کوئی مدعی کاذب
دعوے کاذب کے ساتھ مدعی نبوت ہو کر نبی بننا چاہے اور اپنے دعوے کاذب کے مقارن
احقاقاً لدعواہ کوئی خارقہ ظاہر کرے اور دوسروں کو اس کے معارضہ سے عاجز تو وہ مدعی کاذب

ہرگز ہرگز کوئی خارقہ بڑا ہو یا چھوٹا ظاہر نہیں کر سکتا اور ایجاباً من اللہ تعالیٰ واجب ہے کہ بقدرت تعالےٰ وتقدس وہ اِس ارادہ میں ناکام رہے اور خود اظہارِ خارقہ سے عاجز بالجملہ وہ خوارق جنکو معجزہ کہتے ہیں مخصوص بحضرات انبیار ہیں صلوٰۃ اللہ علیہم وسلامہ اور انہیں کے مرتبۂ عز کمالات کو لازم اور اتباع انبیار یعنی گروہ اولیار کے ہاتھ پر اکرامًا لہم وتبکیتًا لہم جو خارقہ ظاہر ہو۔ اُسکو کرامت کہتے ہیں۔ اُس کو مرتبۂ ولایت ومرتبہ قربِ الٰہی کے ساتھ خاص تعلق۔ یہ دونوں قسمیں خوارق کی خود بھی حق ہیں اور صاحبِ خارقہ اور اُس کے عقائد و اعمال کی حقانیت کی نیز دلیل۔ اور قسمِ ثالث خوارق کی جسکو اہل باطل سے علاقہ خاصہ ہے ورابطہ مخصوصہ نہ خود حق نہ صاحبِ خارقہ اور اُس کے مذہب کی حقانیت کی دلیل۔ اس جملہ بیان سے واضح ہو گیا کہ اظہارِ خوارق از جملہ آثارِ خاصہ نبوت نیز نہیں چہ جائیکہ مدارِ نبوت ہو و مدارِ رسالت نیز یہ بھی ثابت کہ اظہارِ خوارق نہ کلیتًہ حق نہ کلیتًہ کسی کے حق ہونے کی دلیل۔ نبوت و رسالت کی بنار خود اِن کمالات روحانی پر ہے جو مدارِ قربِ الٰہی ہیں نہ ظہورِ خوارق پر سچائی کسی رسول ونبی کی اور سچائی کسی دین و مذہب کی یہہ ہے کہ اُس کا من اللہ ہونا ثابت ہو جائے اور بواسطہ حقۂ صادقہ کے اُس کا اتباع نصیب ہو جو کمالات روحانی وعلومِ راسخہ وملکاتِ فاضلہ کے ساتھ ممتاز ہو کر مدعیِ نبوت ہو اور بمقابلہ منکرین اپنی سچائی اُن خوارق عادات ومعجزات باہرات سے ظاہر کرے کہ جن کے معارضہ سے دوسرے عاجز ہیں بےشبہ سچا نبی ہے۔ اور دین اسکا سچا دین۔ مگر یہ ظاہر کہ یہ جملہ دین و مذہب اور یہ تمامی اوامر ونواہی اور یہ سب بندگی وعبادت یا بمنزلۂ نسخہ طبیب ومعالجۂ اطبار ہے یا بمنزلۂ قانونِ سیاست وآئینِ فلاح وصلاحِ مملکتِ حکام وقت۔ مطلب یہ ہے کہ ہر شخص مہلکات ومضرات سے بچے اور بغاوت وسرکشی سے مجتنب تا حیاتِ ابدی ونجاتِ اخروی نصیب ہو۔ اور موردِ الطاف وانعاماتِ حاکمِ حقیقی بنکر مرتبۂ قربِ خاص کے ساتھ نوازا جائے اور جب یہ مثال مرکوزِ خاطر ہو چکی تو خود معلوم ہو گیا ہو گا کہ نظر باختلافِ اماکن وازمنہ ونظر باختلافِ اشخاص وامزجہ ونظر بہ تغیراتِ احوال وعادات ونظر بمغایرتِ عوارض وامراض جن کا تغائر خود مشاہد ہے اور ہم بمقتضار کمال وبمقتضار حکمتِ خالق برتر جل شانہٗ وتعالت حکمتہٗ ہر زمان وہر مکان وہر نوع اشخاص وامراض کا قانونِ معالجہ

جدا ہوگا وعلیٰ ہذا ہر نوع ازمنہ واشخاص کا قانونِ سیاست علیحدہ پس وہ شخص کہ اصل معالج واصل حاکم وسلطان
کی طرف سے بغرض معالجہ یا بغرضِ انتظام بہیجا گیا ہے۔ اگر فن خاص میں دستگاہ کامل
رکہتا ہو اور انتظاماتِ خاصہ ومعالجاتِ مخصوصہ میں ماہر تو ایسا شخص ہر نوع زمانہ و ہر نوع اشخاص
کے معالجہ یا انتظام کے لیے کافی نہیں دوسرے طورِ معالجہ یا طرزِ انتظام کی جب ضرورت ہوگی ضرور
ہوگا۔ کہ اُس کو اپنی طرف بلایا جاوے۔ اور دوسرا کامل الفن جو ضرورت موجودہ کے بارہ میں باکمال
ہو بہیجا جاوے اُس کے مبعوث فرمایا جاوے۔ اور جیسے کہ سابقین کی اصلاح وفلاح اور اُن کی معاش و
معاد کا انتظام مبعوثِ سابق کے اتباع میں منحصر تہا۔ تو موجودین کی صلاح وفلاح اور اُن کی معاشرت
کا انتظام جملہ مبعوثِ حال کے اتباع میں منحصر ہوگا یہ لوگ اگر چاہیں کہ مبعوثِ سابق کا اتباع کریں
یا آزادانہ بسر بے شک اندیشۂ ہلاکت سے خالی نہیں بلکہ بالیقین شعبۂ بغاوت ہے وموجبِ
تباہی۔ ہاں اگر وہ مبعوث جامع کمالات ہے جو جملہ انواع صلاح وفلاح وجملہ اصناف ہدایات و
انتظامات سے پورا آگاہ ہر قسم کے علوم اور ہر قسم کے کمالات کے ساتھ اُسکو کامل واکمل بناکر مبعوث
فرمایا گیا ہے تو بے شک ایسے مبعوث کی بعثت عامہ ہوگی۔ اور جملہ ازمنہ وامکنہ کو شامل۔ جملہ
شرائع وادیان کو اُسی کی شریعتِ کاملہ ناسخ ہوگی اور ہر کہ ومہ پر اُسی کے اتباع واطاعت کا لزوم بغیر اُس کے
اقرارِ رسالت اور بغیر اقرار سچائی مذہب اور سچائی شریعت اُس کی کے ہر کسیکو ولو کان کذا وکذا نجات
ووصول الی اللہ ناممکن اور اُسی کی شریعت ودین کا بقاء الی یوم القیامت ضرور اور یہ لازم کہ وہ
خاتم الانبیاء والمرسلین ہو اور سب کے بعد مبعوث کیا جاوے۔ دوسرا اُس کے بعد نہ نبی ہو نہ رسول
مقتضائے حکمتِ باری ومقتضائے ربوبیتِ رب مطلق یہی ہے۔ کہ ایسا کامل واکمل اور اس مرتبہ
کا افسر اعلیٰ وافضل سب سے بآخر مبعوث ہوتا دوسرا اس شرافت عظمیٰ اور اس منصب علیا سے محروم
بازرہیں۔ اور اُس کامل واکمل کی شریعتِ کاملہ کا نسخ شرائع غیر کاملہ سے نہ لازم آوے۔ بالجملہ بشہادت
عقل وبضرورتِ قانون فطرت الغرض ہدایتِ خلق اللہ انبیاء علیہم الف الف صلوٰۃ وسلام کا مبعوث
ہونا ضرور اور وہ بہی بہذا الترتیب۔ اعتقاداتِ ثلٰثہ مذکورہ کا جنکو آپ مسلمۂ علماء متالہین کہتے ہیں
رد کرنا فضول میرے نزدیک سعی لغو ہے اور اوقاتِ عزیز کا ناحق اتلاف۔ کوئی اہل مذہب ایسا نہیں
جو مدارِ حقانیتِ مذہب اظہارِ خوارق پر سمجہتا ہو۔ اور سچی مقبولیت اور سچی نجات خیرات وحسنات پر

طریقۂ وصول الی اللہ فی کل وقت کسی ایک مذہب میں منحصر رہا تا ہو بے شک جملہ ادیانِ سماویہ اور جملہ مذاہبِ حقہ اپنے اپنے وقت میں حق تھے اور طریقِ نجات اُن ہی میں منحصر البتہ بعد منسوخیت وہ مذاہب حقہ نہ رہے اور نجات دوسرے میں منحصر ہوئی علیٰ ہذا خوارق کو کلیتہً کوئی حق نہیں کہتا اور نہ صاحب خارقہ اور اس کے حق ہونے کی کلیتہً دلیل مصائب کا تحمل و موت تک کی تلخ کامی کی برداشت کو نیز کلیتہً نہ کوئی مخصوص بہ اہل حق بتلاوے اور نہ سچے احوال و اعمال پر اُن کو مرتب دنیاوی غیرت و جوش و اہل دنیا کی محبت مال کی طمع وغیرہ وغیرہ پر نیز اس مرتبہ مصائب کی برداشت ہوسکتی ہے بالجملہ ہر سہ امور کلیتہً کسی کے نزدیک دلیل حقانیت نہیں۔ تصدیق رسالت و پابندیِ مذہب کیفرورت مذاہبِ منسوخہ کے اتباع آزادانہ معاشرت کا ابطال تقاریر سابقہ سے ظاہر ایسی حالت اور ایسی صورت میں اُن اعتقادات کی تردید بے شبہ فضول ہے اور سعی لغو آئندہ اختیار بدست مختار باقی یہ امر جو دریافت فرمایا گیا ہے۔ کہ اہل اسلام کے کسی نبی یا ولی کی روح بغرضِ ہدایتِ خلق اللہ واپس آتی ہے یا نہیں۔ یعنے بطور اوتار یا آواگون اہل اسلام میں سے کسی مقرب نے ظہور فرمایا ہے یا نہیں سو یہ خیال اہلِ اسلام کے نزدیک از جملہ خیالاتِ باطلہ ہے۔ اور ظاہر عقل و ظاہر نقل کے بالکل خلاف۔ وقوع اس کا موافق اصولِ اسلامیہ کیونکر ہوسکتا ہے۔ بے شبہ مبنی علی الباطل باطل ہوتا ہے نہ واقع و متحقق۔ اور قول قائلانِ آواگون چونکہ بہمہ جہت خلاف ظاہر ہے۔ لہٰذا وہ اس بارہ میں مدعی ہیں۔ اقامت دلیل اُن کے ذمہ۔ ہمارا دربارہ تردید مجرد انکار کافی ہے لہٰذا اگر کوئی مقابل ہو اور دلائل پیش کرے۔ انشاء اللہ تعالےٰ مدلل طور پر باطل کردیا جائیگا۔ اب دلائل لکھکر تقریر کو طول دینا بے سود ہے۔ اور آپ کے قیمتی وقت کی ناحق تضییع معاف فرمائیں

وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ وَهُوَ بَصِيْرٌ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌ عَلِيْمٌ۔

ہدیہ احمدیہ فی سنیۃ الخطبۃ بالعربیۃ

السؤال

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کا خطبہ ہمیشہ پورا عربی پڑھا ہے حضور جب تک اس جہان میں تشریف فرما رہے کبھی جمعہ کا خطبہ عربی کے ساتھ دوسری زبان ملا کر نہیں پڑھا۔ جیسا کہ احادیث میں ثابت ہے پس حسب اصطلاح فقہاء کرام عربی میں پورا خطبہ پڑھنا سنت مؤکدہ ہوا جس کا حکم باعتبار عمل کے واجب ہے اس لیے اس کا ترک کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ اور اس کے خلاف پر ہمیشہ عادت کرنے والا فاسق ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے حسب ارشاد حضور من ترک سنتی لم ینلہ شفاعتی محروم ہے۔ پھر حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا بلا عذر دوسری زبان میں خطبہ کا جواز فرمانا کیا دلیل رکھتا ہے۔ اگر امام صاحبؒ کی اس میں تقلید کی جاوے تو فاسق بنتا ہے۔ اور اگر آپ کے فرمان پر عمل نہ کیا جائے تو تقلید کو بالائے طاق رکھنا ہے گو صاحبین کا مذہب عدم جواز ہے ولیکن جب تک امام صاحب کا قول واضح ہو۔ صاحبین کے قول کے اوپر کیسے عمل کریں گے۔ اگر یہ کہا جاوے کہ مثل قرأت فی الصلوٰۃ اسبارہ میں بھی امام صاحبؒ کا رجوع الی قول صاحبین ہے تو یہ نقل سے ثابت نہیں۔ بلکہ نقل اس کے خلاف ہے شامی و درمختار جلد اول صفحہ ۳۴۰ ملاحظہ ہو۔ تو اب امام صاحب رضی اللہ عنہ کے فرمان کو مانیں اور فاسق بنیں یا سنت مؤکدہ پر عمل کریں اور ترک تقلید کریں امید کہ امر حق کو مدلل بیان فرما کر اس خدشہ کو رفع فرمائیں گے۔ فقط

الجواب

اللہم ارنا الحق حقاً وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابہ بندہ نحیف خادم الطلبہ احقر الزمن احمد حسن غفرلہ۔ بعالی خدمت مولانا المعظم مکرم ومحترم مخدوم ومطاع جناب مولانا المولوی احمد صاحب سورتی سلمہم اللہ تعالیٰ ودامت برکاتہم بعد سلام مسنون مکلف ہے نامہ سرمایہ عزت ہوا۔ حیران ہوں جواب کیا لکھوں مولانا مجھ جیسا ناکارہ جس کو ہنوز نہ مسائل ضروریہ دین پر عبور نہ آیات قرآنی و

واحادیث نبوی کا صلوات اللہ علیہ وسلامہ بطور صحیح ترجمہ کرنے کا سلیقہ کیونکر اس قابل ہو سکتا ہے کہ علمائے کبار کے شبہات کا جواب دے سکے اور ان حضرات کو اتفاقاً اگر کسی مسئلہ میں خلجان خاطر پیش ہو اسکو رفع کر سکے۔ اور وہ سخن دلنشین کہے کہ لائق پذیرائی ہو۔ اور موجب اطمینان مولانا ہو اپنا مبلغ علم اسی قدر ہے کہ جس بارہ میں کوئی خدشہ پیش ہوا۔ آپ جیسے علما کیطرف رجوع کر اپنا اطمینان قلب حاصل کر لیا ؎

یہ تو قسمت تھی کہاں سیکھتے کچھ کسب کمال　　بے کمالی میں بھی افسوس ہیں کامل نہوا

بالجملہ اپنی ناکسی۔ عذر صحیح ہے کہ جواب نامہ سے معافی چاہوں۔ مگر چونکہ تعمیل ارشاد بزرگان سرمایہ سعادت ہے ناچار بہ تعمیل حکم جو کچھ اپنے علم ناقص اور فہم نارسا میں ہے۔ بنام خدا حوالہ قلم کرتا ہوں اور صلاح اس کی حوالہ فہم ثاقب مگر اول چند امور بطور مقدمہ پیش کرتا ہوں ہنگام ملاحظہ اصل مطلب ملحوظ خاطر رہیں ؛

پہلا مقدمہ انواع متضادہ اور اقسام متباینہ اپنی اپنی حقیقت نوعیہ میں باہم متباین ہوتے ہیں پر حقیقت جنسیہ میں سب مشترک اور وہ حقیقت جنسیہ سب پر صادق۔ دوسرا مقدمہ عام ایک کلی ہے کہ وجود اس کا بوجود فرد ہو سکتا ہے اور انتفا اس کا بانتفا جمیع الافراد۔ تیسرا مقدمہ جو امر اور جو چیز کہ عقلاً یا شرعاً بالنظر الی الذات یا بالنظر الی اعتبار جائز ہو اور ممکن۔ بالنظر الی الغیر و بالنظر الی اعتبار آخر واجب ہو سکتی ہے یا ممتنع۔ چوتھا مقدمہ وجوب احد الضدین مستلزم لحرمۃ الآخر و حرمت احدہما موجب لوجوب الآخر۔ پانچواں مقدمہ حصر حقیقی بمقابلہ جمیع ما عدا ہوتا ہے اور حصر اضافی بمقابلہ مضاف الیہ بعد تمہید ان مقدمات کے گذارش ہے فرض و واجب و مندوب و مکروہ و سنت موکدہ و سنۃ ہدی اور جائز یعنی مباح جو اقسام مامور ہیں اور جواز الفعل کے افراد گو بوجہ تقسیم یکدیگر ہونے کے فی نفسہا ان سے متباین ہے۔ اور حقیقت نوعیہ ہر ایک کی جدی اور آثار و لوازم مرتبہ حقیقت نوعیہ ہر ایک کے جدے مگر بحکم مقدمہ اولی نفس جواز جو بمنزلہ حقیقۃ جنسیہ ہے ان سب میں مشترک اور ان سب پر صادق فرض و واجب وہ کہ جواز الفعل مع عدم جواز الترک گویا اس کی حقیقۃ اور مندوب و مستحب وہ کہ جواز الفعل مع جواز الترک مرجوحا اس کی تعبیر اور مکروہ وہ کہ جواز الفعل مع جواز الترک راجحا اس کا عنوان اور جائز و مباح وہ کہ جواز الفعل مع جواز الترک متساویا اوسکی تعبیر سنت موکدہ وہ کہ فعل اس کا مواظبۃ ثابت ہو اور ترک

یعنی عدم فعل مرتبہ ثبوت کو نہ پہونچے۔ اور سنت ہدیٰ وہ کہ جس کا فعل و ترک دونوں ثابت بالجملہ حقیقۃ نوعیہ
ہر ایک کی جدی ہے۔ اور باعتبار حقیقۃ نوعیہ فی مابین ان کے تباین اور بوجہ تباین مرتبہ حقیقت نوعیہ جو
آثار و لوازم خاص اس مرتبہ حقیقۃ نوعیہ کے ہیں فی مابین ان کے تبائن ضرور اور یہ لازم کہ وجود
ایک کی حقیقۃ نوعیہ کا جن لوازم و آثار کو مستلزم ہے دوسرے کی حقیقۃ نوعیہ کا وجود ان کے عدم کو مستلزم
ہو مگر نفس جواز میں جو بمنزلہ حقیقۃ جنسیہ ہے سب شریک اور جواز فعل سب پر صادق مگر بحکم مقدمہ ثانیہ
اطلاق جواز اور لفظ جائز اس پر صادق کرنے سے اُس کو فرض سمجھنا یا واجب جاننا یا سنت موکدہ یا
مستحب و مندوب سمجھنا یا ان میں سے کسی خاص کے لوازم و آثار کو مترتب کرنا ضرور غلط ہے دوسرا
کہہ سکتا ہے کہ میری مراد مکروہ ہے یا مباح بالخصوص ایسی حالت میں کہ وہ خود یا اس کے اتباع جواز
جاء علماء راسخین ہوں اُس کلام کی مراد کو بصراحۃ بیان کریں مثلاً فیما نحن فیہ کہ مذہب امام علیہ الرحمۃ
کثر اللہ تابعیہ جواز القرأۃ بالفارسیہ نقل کیا جاتا ہے۔ یا یہ کہ شروع صلوٰۃ بغیر العربیہ جائز ہے یا خطبہ
بغیر العربیہ پڑھنا صحیح مگر علماء راسخین تصریح کرتے ہیں۔ کہ اس جواز و صحت سے وہ جواز مراد ہے جو کراہۃ
تحریمی کے ساتھ متحقق ہو۔ فی الدر المختار و صح شروعہ ایضاً مع کراہۃ التحریم بتسبیح و تہلیل و تحمید و سائر
کلم التعظیم الخاصۃ لہ تعالیٰ کما لو شرع بغیر عربیۃ ای لسان کان وخصہ البردعی بالفارسیۃ وشرطا عجزہ
وعلیٰ ہذا الخلاف الخطبۃ وجمیع اذکار الصلوٰۃ فتسقط منہا وایضاً فیہا وکفت تحمیدۃ او تہلیلۃ او تسبیحۃ للخطبۃ المفروضۃ
مع الکراہۃ پس لفظ جائز اور لفظ صح سے مواظبۃ علیٰ فعلہ کیونکر سمجھی مواظبۃ علیٰ الفعل خاص فرض و واجب
و سنت موکدہ کی حقیقۃ نوعیۃ کے لوازمات خاصہ و آثار مختصہ میں سے ہے مستحب و مباح یا مکروہ جو
باعتبار اپنی حقیقۃ نوعیہ کے فرض و واجب و سنت موکدہ کے مباین ہیں۔ ان کے آثار و لوازمات
میں سے نہیں۔ چونکہ فرض و واجب و سنت موکدہ کی حقیقت خاصہ جو ملزوم ان لوازمات و آثار کی تھی
بحکم تبائن حقیقۃ مرتفع ہے تو ارتفاع ان لوازم کا نیز ضرور فان رفع الملزوم مستلزم لارتفاع اللوازم
ایضاً فی صورۃ کون اللوازم مساویۃ للملزوم بلکہ خود جانب فعل یعنی قرات القرآن بالفارسیہ فی حالت
الصلوٰۃ یا قرأۃ الخطبۃ بالفارسیہ کو جبکہ امام علیہ الرحمۃ نے مکروہ فرمایا تو علیٰ قول الامام اس پر مواظبت فسق
ہوگئی اور اس کے ترک یعنی قرأت بالعربیہ و خطبہ بالعربیہ پر مواظبۃ لازم بالجملہ لفظ جائز فرمانے سے مواظبۃ
ثابت نہ کر بالزام ترک السنۃ بالمواظبۃ فاسق کہنا بھاری غلطی ہے۔ اور بڑی گستاخی کبرت کلمۃ تخرج من

اقواہہم ان یقولون الا کذبا اور بحکم مقدمۂ ثانیہ چونکہ وجود اس جواز کا جو عام ہے اور ان سب افراد
کے بیچ کلی مشترک ہے بوجود فرد ما ہو سکتا ہے اس کے وجود سے فرد خاص کا وجود سمجھنا ضرور غلط ہے
اور جبکہ بحکم عموم آیۂ شریفہ فاقرؤا ما تیسر من القرآن قرأۃ ما تیسر سوا رکان فاتحۃ الکتاب او غیرہا فرض
ورکن ہے۔ اور بحکم حدیث صحیح لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب قرأۃ فاتحہ خاصۃً واجب علیٰہذا
بحکم عموم فاسعوا الی ذکر اللہ فی حالت الخطبۃ مطلق ذکر سوا رکان تحمید وتہلیل وسوا رکان بالعربیہ وغیرہا
رکن خطبہ ہے والذکر الطویل علیٰ قدر التشہد المشتمل علی الحمد والثناء والصلوٰۃ علی النبی والوعظ والتذکیر
وقرأۃ القرآن والقراءۃ بالعربیۃ مسنون اور بنظر عموم آیت اولیٰ فی حالت الصلوٰۃ قرأۃ ایسے
آیات کا نت سے نفس فرضیۃ ونفس رکن صلوٰۃ روا۔ اور بلحاظ سقوط مرتبۂ فرضیۃ اسپر اکتفا صحیح و
درست مگر بصورت اکتفا علیہا خاص قرأت فاتحہ جو واجب تھی اُس کا ترک لازم وترک الواجب
حرام پس اکتفا علی غیر الفاتحہ نیز حرام علیٰہذا باعتبار نفس عموم ذکر اللہ خطبہ بالتحمید والتسبیح وغیرہا یا خطبہ
بلسان غیر عربی گو صحیح اور بلحاظ سقوط نفس رکنیۃ خطبہ اکتفا علیہا جائز مگر اکتفا علیہا چونکہ ترک سنت کو
مستلزم اور خطبۂ طویلہ بلسان عربی جو مسنون تھا اور اس پر مواظبت ثابت اس اکتفا علیہا سے اُسکا
ترک لازم لہٰذا بکراہۃ تحریمیہ ضرور مکروہ اور بحکم مقدمۂ ثالثہ شئے واحد کا باعتبارین مختلفین جائز و
صحیح باعتبار و مکروہ یا حرام باعتبار آخر ہونا ممکن اور خود مسائل شرعیہ اسپر شاہد دیکھیے صلوٰۃ فی الارض
المغصوبہ گو بالنظر الی ارکان الصلوٰۃ جائز اور مسقط صلوٰۃ مگر بالنظر الی کونہا فی الارض المغصوبہ ضرور حرام
اور مورث معصیت متخفف سے گو حکم غسل قدمیں ساقط و بحالت تخفف غسل قدمین ناجائز مگر بحالت
خوض فی الماء وغسل اعضاء الوضوء گو بالنظر الی رکنیۃ الوضوء صحیح مگر بالنظر الی الاعراض عن الرخصۃ لاریب مورث
معصیت مسلم الثبوت وغیرہ کتب اصول کو ملاحظہ فرمایئے اور جبکہ حرمت یا کراہت اسکی باعتبار آخر صحیح
وثابت تو بحکم مقدمۂ رابعہ جب وہ حرام ہو گا یا مکروہ تو ضد اس کی ضرور واجب ہوگی اور اسی ضد پر مواظبت
لازم بالجملہ واضح ثابت کہ گو امام علیہ الرحمۃ نے خطبہ بلسان غیر عربی و قرأۃ القرآن بلسان غیر عربی کو باعتبارے
صحیح وجائز فرمایا مگر جبکہ باعتبار آخر اسکو حرام یا مکروہ نیز فرماتے ہیں اور اس کے ترک پر مواظبت لازم تو پہر امام
علیہ الرحمۃ کثر اللہ تابعیہ یا ان کے مقلدین پر ترک سنت مؤکدہ یا ترک واجب کا اور وہ بہی علی سبیل المواظبۃ
والدوام الزام لگانا کیونکر درست اور وعید فسق کے ساتھ ان کی تہدید کیونکر صحیح بے شک غلط بیشک غلط

آور اپنی خطافہمی اِس الزامِ بے جا کا منشا صحیح۔ سے میں الزام اُن کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا۔ ٭ باقی دربارہ رجوع
امام الی قول الصاحبین باستناد عبارت درمختار یہ خدشہ پیش کرنا کہ یہ رجوع خاص دربارہ قرأت
فی الصلوٰۃ ثابت ہے۔ لافی غیرہا ایضاً مولانا خطا معاف یہ بھی عین خطا ہے اصل یہ کہ دربارہ شروع
صلوٰۃ و دربارہ قرأۃ فی الصلوٰۃ شروع بلسان الفارسیہ اور قرأت بالفارسیہ دونوں کے جواز و
صحت کو منسوب الی الامام کہا گیا ہے بعض کہتے ہیں۔ دونوں مسئلوں میں امام علیہ الرحمۃ نے رجوع
الی قولہ الصاحبین فرمایا آور علی قول البعض خاص دربارہ قرأت نہ دربارہ شروع آور اصح قول اخیر
ہے فی الدر المختار وجعل العینی الشروع کالقرأۃ ولا سلف لہ فیہ ولا سند لہ یقویہ بل جعلہ فی
التاتارخانیہ کالتلبیۃ یجوز اتفاقاً فظاہرہ کالمتن رجوعہما الیہ لاہو الیہما وفی ردالمحتار
قولہ رجوعہما الیہ ای انہما رجعا الی قولہ بصحۃ الشروع بالفارسیۃ بلا عجز کما رجع ہو الی
قولہما بعدم الصحۃ فی القرأۃ فقط لا فی الشروع ایضاً کما توہمہ العینی ٭

لیکن یہ حصر بمقابلہ شروع فی الصلوٰۃ ہے نہ بمقابلہ خطبہ پس بحکم مقدمہ خامسہ جس کے مقابلہ میں حصر
ہے۔ نفی اس حکم کی اسی مایضاف الیہا سے کیجائے گی فقط نہ جمیع ماعدا سے جمیع ماعدا سے اس حکم رجوع کی
نفی سمجھنی ضرور غلط ہے اور ہرگز صحیح نہیں۔ کیونکر صحیح ہو خطبہ جو بمنزلہ قرأت القرآن ہے اور حالۃ خطبہ
بمنزلہ حالۃ الصلوٰۃ آیت شریفہ اذا قری القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا کے حکم میں خطبہ کو شامل کرنا یا خاص
خطبہ کو اس آیت کے نزول کا شان نزول قرار دینا۔ اس کی واضح دلیل آور باوجود اس کے کہ جمعہ خلیفۃ
الظہر ہے بجائے اربعہ رکعات ظہر جمعہ کی دو رکعت ہوئی اور گویا خطبتین کو بجائے رکعتین قرار دینا اسکا
نیک شاہد پس خطبہ کو حکم صلوٰۃ سے علیحدہ کرکے کیونکر اس حصر میں داخل کرسکتے ہیں۔ نیز بتصریح فقہا علیہم
الرحمۃ مفتی بہ اس بارہ میں قول صاحبین ہے آور وہی عند فقہاء الاحناف معتبر آور اسی پر عمل آور حنفیت
اسی سے عبارت کہ امام علیہ الرحمۃ وصاحبین وامام زفر رحمہم ہر چہار حضرات میں سے رحمۃ اللہ علیہم جس کا قول
مفتی بہ ہو اُس پر عمل کیا جائے۔ پس خاص قول امام پر ولو کان قولاً مرجوحاً عمل کرنا کیونکر لازم آور دائرہ
حنفیت کو تنہا اتباعِ قولِ الامام میں محصور کرکے کوتاہ کرنا کیونکر صحیح۔ مولانا آپ ہی ارشاد فرما دیں
کہ ایسے توہماتِ واہیہ فاسدہ اور شبہاتِ غلط و کاسدہ کی بنا پر متقدمین کی جناب پاک میں کلماتِ گستاخانہ
کا اطلاق کیسا ہے بحکم حدیث صحیح نوارہ وار کہ آنچہ از وے برآید بروے ریزد خود اپنے ہی کو ملوث

کرنا ہے یا اُن مقدس حضرات کے دامن عفت تک بھی یہ لوث پہونچ سکتا ہے نہیں نہیں اور خدا نہ کرے
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ۔ مولانا دست بستہ آرزو مند ہوں کہ میری نا کسی پر نظر نہ فرما کر ان چند سطور کو بنظر انصاف
ملاحظہ فرماویں اور بصورت پسندیدگی خاطر مبارک بندۂ نحیف کو اطلاع بخشیں اور ہمیشہ خدمات لائقہ
یاد فرمایں اور بحق بندۂ ناکارہ دعاء خیر فرماتے رہیں۔ والسلام

الدلیل الاہر علی صحۃ القولین فی شق القمر

بندۂ نحیف خادم الطلبہ احقر الزمن احمد حسن غفر لہ بخدمت سراپا الطاف وعنایت حکیم محمد بنیاد علی صاحب سلمہم
بعد سلام مسنون مدعا نگار ہے نامہ پہونچا چاہا فوراً جواب لکھوں مگر بندہ کے حقیقی چچا مدظلہ جو کچہ عرصہ سے
بیمار ہیں اُسوقت اون کے مرض نے ترقی کی اور حالتِ مرض زیادہ نازک ہوگئی علاوہ ہجوم کار متعلقہ
یہ پریشانی زیادہ سد راہ تحریر ہوئی اوسی حالت پریشانی میں خدا جانے آپ کا خط رکھ کر کہاں بھول گیا
کہ بعد افاقہ طبیعت جناب چچا صاحب سلمہ چند مرتبہ بارادہ تحریر جواب ڈھونڈا مگر نہ ملا آج اتفاق
وقت سے پُشتارہ خطوط میں آپ کا خط بھی ملفوف نکلا والحمد للہ گو بوجہہ زیادہ تاخیر جواب لکھتے
شرماتا ہوں اور نیز خیال کرتا ہوں کہ غالباً اب ضرورت بھی نہ ہو مگر چونکہ معذور تھا آپ کو مطلع کرنا
ضرور اور بوجہہ پیش آنے خدشہ مذکورہ فی السوال کے جو آپ کو خلجان پیش آیا ہے اوس کا ازالہ لازم
لہذا وہ کوفت وکلفت جو بزمانہ انتظار جواب آپنے برداشت کی اول اوس کی معافی چاہتا ہوں معاف
فرمایئے اور قبل از عرض مطلب چند امور بطور مقدمہ پیش خدمت کرتا ہوں ہنگام ملاحظہ مضمونِ
جواب ملحوظ خاطر رکہئے پہلا مقدمہ بین الشیئین اگر علاقہ بینہما اجتماع ہو اوس اجتماع کو مصاحبۃ لازمی دائمی کہتے ہیں
اور اجتماع لا لعلاقۃ کو مصاحبۃ اتفاقی وغیر دائمی دوسرا مقدمہ اجتماع تناقضین محال وممتنع مگر تحقق
تناقض کے لیئے یہ شرط کہ مورد ایجاب وسلب نسبۃ واحدہ ہو اور وہ بھی بحیثیۃ واحدہ واعتبار
واحد تیسرا مقدمہ موضوع واحد کو بالنظر الی اعتبارٍ جو محمول ثابت ہو بالنظر الی اعتبارٍ آخر اوس
محمول کی نفی اوس موضوع سے کرنی صحیح ہے چوتھا مقدمہ تا وقتیکہ بین الشیئین تناقض نہ ہو اثبات و

واقرار احدہما کا دوسری کے نفی وانکار کو مستلزم نہیں اور نہیں ہوسکتا بعد تمہید مقدمات واضح ہو وقوع
قیامت وقیام ساعت اس سے عبارۃ کہ قادر حق جس کی شان بے نیازی اور کمال قدرت کا یہ عنوان فعیل لما یشاء
وفعال لما یرید اپنی قدرت کاملہ حقہ سے بمقتضاء حکمت بالغہ تمامی کائنات وجملہ موجودات کو فنا فرمادے اور
ہر ایک کے شیرازہ ترکیب کو اوس سے جدا اور ہر ہر موجود ولو کان کذا وکذا اوس کے اسی اثر فنا و زوال
کو قبول کرے آیۃ شریفہ واذا وقعت الواقعۃ لیس لوقعتها کاذبۃ اوس کی نیک تصدیق واذا رجت
الارض رجا وبست الجبال بسا فکانت هباء منبثا اوس پر واضح دلیل مگر افہام قاصرہ چونکہ اس کو
دشوار بلکہ عین محال سمجھتے ہیں اور موجودات میں مجردات یکطرف بعض اجسام مثلاً اجسام فلکیہ کے وجود
کو اس مرتبہ محکم ومستحکم اعتقاد کرتے ہیں کہ خرق والتیام اون کا نیز ممتنع ومحال چہ جائیکہ زوال وجود پس
بضرورۃ ازالۃ اوہامهم الکاسدہ ولضرورۃ تصحیح افہامهم الفاسدہ لازم ہوا کہ اثباتاً لدعوی قیام الساعۃ اونہیں
اجسام محکم میں سے وہ جسم کہ اونمیں بوجوہ ممتاز ہو اور بالنسبۃ الی الاکثر اعلی وافضل مثلاً قمر قبل از وقوع ساعت
اوس میں خرق والتیام واقع کر دکھائیں اور اوس کے انخراق وانشقاق کو از جملہ علامات کبری وآثار عظمی
وقوع ساعت قرار دیں تا بطور مشتے نمونہ از خروارے یہ انشقاق وانخراق قیام قیامۃ ووقوع ساعۃ پر عمدہ دلیل ہو
اور کسی بڑے چھوٹے عام وخاص کو گنجایش دم زدن نہ رہے ع ورنہ بیند بروز شپرہ چشم ؛
چشمہ آفتاب راچہ گناہ ؛ پس بالنظر الی ہذہ الحکمۃ الصحیحۃ والضرورۃ الواضحۃ اصل میں انشقاق قمر کا از جملہ آثار
لازمہ قیامت وعلامات صادقہ ساعۃ ہونا ضرور اور چونکہ شق القمر کا قرب ساعۃ کے ساتہ اجتماع لعلاقۃ بینہما ہے
ولعلۃ مذکورۃ سابقۃ پس بحکم مقدمہ اولی اس اجتماع ومصاحبۃ بینہما کا مصاحبۃ لازمہ ہونا لازم اور اس
مصاحبۃ لازمہ کا لزوم اس مرتبہ کہ اگر کفار مکہ اور جاہلان عرب حضور سرور عالم سید العرب والعجم صلی اللہ علیہ
وسلم سے طلب اظہار ہذہ المعجزہ علی یدہ الشریفہ نہ کرتے تاہم وقوع اس انشقاق القمر کا لکونہا من آثار
الساعۃ ومن اماراتہا وعلاماتہا ضرور تہا اور بے شک لازم دیکہو خود جناب باری جل وعلا دعوی قرب ساعۃ
کے ساتہ تحقق ہذا الاثر کو بطور دلیل لاکر فرماتے ہیں اقتربت الساعۃ وانشق القمر اور چونکہ آخر زمانہ کے لیے
اس شق القمر کا علامت ہونا مذکور فی الکتب السابقۃ تہا اور آخر النبیین کے وقت بعثۃ کے لیے عمدہ دلیل
اور نیک امارۃ تہا لہذا بعد وقوع ہذا الانشقاق حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی گروہ کفار کو مخاطب
بنا کر فرماتے ہیں اشہدوا اور بالجملہ اصل یہ کہ شق القمر فی نفس الامر از جملہ آثار قیامت تہا ولکونہا اثراً

من آثار الساعۃ وقوع اوس کا ضرور حضرت رسالت مآب علیہ صلوۃ اللہ وسلامہ سے کفار کا یہ مطالبہ کہ آپ تصدیقاً لدعوی النبوۃ اس کا اظہار علی یدہ الشریفہ فرمادیں اتفاقی تھا اور آپ کا اپنے دست مبارک پر اس خارقہ کو ظاہر فرمانا اور اوس کا فی حق حضرۃ الرسالۃ معجزہ ہونا نیز اتفاقی اور بحکم مقدمہ اولے یہ مصاحبۃ واجتماع مصاحبۃ اتفاقیہ ہے اور اس کے ساتھ صفۃ کونہا معجزۃ علی ید النبی کا اجتماع نیز اتفاقی ہے لازمی نہیں ضروری نہیں پس بالنظر الی ہذہ المصاحبۃ الاتفاقیہ وبالنظر الی کونہا ظاہرۃ علی ید النبی فی مقابلۃ انکار المنکرین ولو کان علی سبیل الاتفاق اوس کا معجزہ ہونا ضرور اور یہ کہنا نیز صحیح کہ شق القمر معجزۃ للنبی الکریم علیہ التحیات والتسلیم اور اوس کا فی حق النبی الکریم معجزہ ہونا اس مرتبہ صحیح وثابت ہے کہ بقول شخصے ہر کہ شک آرد کافر گردد مگر بالنظر الی الاصل وبالنظر الی مصاحبتہا اللازمہ من قرب الساعۃ وکونہا من آثار القیامۃ وعلاماتہا شق القمر سے نفی معجزہ ہونے کی کرنی اور یوں کہنا کہ شق القمر لیست بمعجزۃ نیز صحیح ودرست اور چونکہ جہتہ ایجاب وسلب جدا جدا ہے لہذا بحکم مقدمہ ثانیہ اس ایجاب وسلب کو نہ تناقض کہہ سکتے ہیں اور نہ اون کے اجتماع باہمی کو ممتنع ومحال بلکہ بحکم مقدمہ ثالثہ یہ نفی واثبات اور اوس کا اجتماع فی موضوع واحد اسطور پر صحیح جیسے انسان پر بالنظر الی الحمل العرضی الانسان کاتب وضاحک بالحمل الایجابی محمول کرنا یعنے کاتب اور ضاحک کا اثبات صحیح ودرست اور بالنظر الی الحمل الذاتی اوسکی نفی یعنی الانسان لیس بکاتب ولیس بضاحک بالحمل السلبی بھی کہنا درست پس واضح ثابت ہوا کہ تفہیمات الہیۃ میں حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ تعالی اپنے یا حضرت علامۂ رازی نے نہایۃ العقول میں اگر درباره شق القمر لیست بمعجزۃ فرمایا ہے بے شک ٹھیک ہے اور ہرگز غلط نہیں اور امت کا یہ اعتقاد اور یہ اقرار کہ شق القمر معجزۃ للنبی الکریم صلوٰۃ اللہ علیہ وسلامہ نیز صحیح ودرست اور ضرور صحیح ودرست دونوں صحیح ہیں اور بین القولین کوئی تعارض نہیں بلکہ بنا بر قولین چونکہ علی اعتبارات مختلفہ وحیثیات متغایرۃ ہے قولین کو متناقضین کہنا بے شبہ غلط ہے اور بحکم مقدمہ رابعہ جبکہ اون دونوں قولین میں تناقض وتعارض نہیں یہ کہنا ہی صحیح نہیں کہ احد القولین کا اقرار قول آخر کے انکار کو مستلزم ہے یا دونوں سے کسی کے اثبات کو دوسرے کی نفی لازم بالجملہ لیست بمعجزۃ کہنے سے معجزہ ہونیکا انکار سمجھنا اور اس قول کو اقرار امت کے خلاف جاننا اپنی غلطی فہم ہے اور عدم ممارست قواعد معقول پر اس غلطی فہم و

وفساد علم کی بنا پر سے سخن شناس نئ دلبرا خطا اینجاست پس ایسے حضرات مقدمین کی جواز جملہ علماء رانجیر
تھے ومنجملہ مجددین امۃ تغلیط کرنی اور اون کے اس قول کو متناقض قولِ امۃ سمجھکر اوسکو مستلزم
لانکار المعجزۃ الثابتۃ جانتا اور بر بناءِ انکارِ معجزہ اونکی تضلیل وتفسیق کرنی بھاری گستاخی ہے۔
اور بڑی گمراہی کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا بلکہ ایسے مقدسین مہبت آکی تضلیل
وتکفیر بحکم حدیثِ صحیح خود اپنی تکفیر کا باعث ہے فالحذر فالحذر لازم کہ ایسے خیالاتِ فاسدہ اور
توجیہاتِ کاسدہ سے توبۂ صادقہ کیجاوے اور نظر بحیثیاتِ متغایرہ قولین کو صحیح ودرست مانا
جاوے وما علینا الا البلاغ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم ✣

التحبیر فی اثباتِ التقدیر

سُوال ایک ہندو یہ سُوال کرتا ہے مسلمانوں کے ہاں آمنت باللہ میں لکھا ہے والقدر خیرہ
وشرہ من اللہ تعالیٰ والبعث بعد الموت جبکہ خیر و شر دونوں کا فاعل خداوند تعالیٰ ہے
تو مخلوقات کو عذاب کیوں ہوتا ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ مسلمانوں کے یہاں بار بار جنم لینا لکھا ہے چنانچہ
مثنوی مولانا روم میں یہ شعر موجود ہے ؎

ہفت صد ہفتاد قالب دیدہ ام ۔۔۔ ہمچو سبزہ بار ہا روئیدہ ام

الجواب مسئلہ تقدیر از بسکہ نازک مسئلہ ہے مقتضائے عبودیت ومقتضائے ایمان بھی یہی ہے
کہ اس مسئلہ میں نہ کوئی رد و قدح ہو نہ کوئی گفتگو اپنا فہم نارسا وعقلِ ناتمام خواہ اوس کے ساتھ موافقت
ومساعدۃ کرے خواہ نہ کرے بہر حال اوسکو سر تسلیم رکھا جاوے اور اس مسئلہ کی حقانیت و
سچائی کی تہ دل سے تصدیق کامل کیجائے ہر چند کہ غیبیات خداوندی کو بیان کرنا اور مسائل شرعیہ
کی توجیہ کرنی ہم جیسے نابکاروں کا کام نہیں چہ جائیکہ ایسے مسائل دقیقہ مگر بعد غورِ کامل کے
معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ تقدیر کو جو داخلِ ایمان کیا ہے غرض اس سے یہ ہے کہ مخلصین
ایمان کو غیر مخلصین سے ممتاز کیا جاوے اور کھرے کھوٹے ایمان کی بذریعہ اس کسوٹی کے عمدہ

پرکھ کی جاوے توضیح اس مقال اور تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مثلاً ایک بادشاہ باختیار صاحب شوکت و جلال ذی کمال و ذی جمال کے ساتھہ چند قسم کے لوگ دعوی محبت کا رکہتے ہوں اور رسم محبت و اخلاص کو بجالاتے ہوں لیکن فیمابین اون کے یہ فرق ہو کہ کوئی بطمع مال و با مید انعام و اکرام مدعی محبت ہو اور کوئی باندیشۂ قہر و جلال اپنی اولاد و مال و منال پر خائف ہو کر رسم محبت بجالاوے اور کوئی محض فریفتۂ جمال و کمال ہو نہ کسی نفع سے مطلب نہ کسی خطرہ کا اندیشہ جو کچھہ محبت و فریفتگی ہو محض بر بنا اخلاص ہو اب وہ بادشاہ اپنی فراست کاملہ سے گو فرق مراتب اون سب کا بخوبی سمجھے اور یوں چاہے کہ ہر ایک کے ساتھ اوس کے منصب و مرتبہ کے موافق برتاؤ کرے مخلصین کو اپنی درگاہ تک آنے دے نہ غیر مخلصین کو مگر اس اندیشہ سے کہ برتاؤ ظاہری سب کا ایک طور پر ہے اگر میری طرف سے فرق ہوا تو بے وجہ مجھکو متہم کریں گے پھر یہ تجویز فرمائے کہ مثلاً ایک روز اون سب کو حاضر کر کے یہہ کہہ سنائے کہ بعض تم میں سے خواہ حاضر ہو کر سلامی ہوں یا نہ ہوں اون کے لیے ہم نے کچھہ انعام دینا تجویز کیا ہے اور بعضوں کو کچھہ سزا چونکہ وہ بادشاہ صادق القول و واثق الوعد ہے اور ہر گونہ صاحب اختیار لہذا اوس کے حکم کو سنکر جو لوگ کہ مخلصین ہیں وہی حاضر درگاہ شاہی رہیں گے اور چونکہ مشاہدہ جمال و کمال اون کا مقصود اصلی ہے و مطلب ذاتی اس سے اون کی کوئی بحث نہ ہوگی کہ انعام ملیگا یا سزا ہوگی جو ہو سو ہو چونکہ اون کی حیات مشاہدہ جمال محبوب ہے بہر حال وہ لوگ حاضر باشی دربار شاہی کو نہ چھوڑیں گے بخلاف اون لوگوں کے کہ جن کی آمد و رفت کسی امید پر مبنی تہی یا کسی اندیشہ پر وہ لوگ آج یوں سمجھکر کہ اپنے اوقات عزیز کو کیوں رائیگاں اور بیہودہ ضائع کریں یہہ بادشاہ سچا ہے اور ہر طرح صاحب اختیار اگر بعد انعام ہم لوگوں کے نام درج ہیں بہر حال انعام ملیگا اور اگر بعد سزا شامل کیا ہے بہر حال سزا ہوگی وہ اس خیال سے آمد و رفت درگاہ سلطانی و حاضر باشی حضرت ظل سبحانی ترک کر کے اپنے کار و بار دیگر ہوا و ہوس میں مصروف ہوں گے پس اس تدبیر نیک سے فیمابین اون کے عمدہ تمیز ہو جائیگی اور الزام بذمہ اون کے رہیگا نہ بذمہ حضرت سلطانی علی ہذا جناب باری عزشانہ کیطرف سے اس مسئلہ تقدیر کو خیال فرمائیے پس اس مسئلہ میں گفتگو کرنی اور عقل نارسا کو اس میں دخل دینا اور اپنے نفع و نقصان اور منافع و مضار سے بحث کرنی اور اس بنا پر عبادت کو جو بمنزلہ حضوری و سلام درگاہ شاہی ہے فضول نکما سمجھنا اپنے کو سلسلۂ غیر مخلصین میں داخل کرنا ہے منود چونکہ از نکو دولت

ایمان نصیب نہیں اگر اس میں بحث کریں۔ کریں اہل اسلام کو کسی طور پر اس میں بحث کرنا زیبا نہیں علاوہ بریں
خداوند برتر جلت قدرتہ ان سب اشیاء کا خالق ہے نہ فاعل مخلوق خالق کی صفت نہیں بخلاف فعل کے
کہ وہ فاعل کی صفت ہے اور اوسکی ذات کے ساتھ قایم۔ پس جب صفت بُری ہے اور قبیح ذات بھی
قبیح اور بُری ہوگی اور جو اثر اوسکی قبح و بُرائی کا ہوگا مثل عذاب وغیرہ کے چونکہ وہ صفت اوس ذاتِ
فاعل میں پائی جاتی ہے بحکم مقدمہ مسلمہ لشئے اذا ثبت ثبت بآثارہ ولوازمہ یہہ جملہ آثار شنیعہ نیز اوس
ذاتِ فاعل میں پائے جاویں گے۔ بخلاف ذاتِ خالق کے کہ مخلوق نہ اوسکی صفت نہ آثارِ قبیحہ مخلوق
کے اوس میں متحقق پس خالق کو فاعل پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ معہذا بمقتضائے حکمت
اگرچہ جناب باری عز اسمہ نے ہر چیز بُری و بھلی کو پیدا کیا ہے مگر باینہمہ انبیا علیہم السلام کو مبعوث
فرماکر اور کتبِ سماویہ کو نازل کرکے اس امر پر متنبہ فرمادیا کہ ہم اس امر سے راضی ہیں اور اس سے ناراض
باوجود اس تنبیہ اور تعلیم کے چونکہ مرضیات خالق کو چھوڑ کر مرضیات اشیاء کو اختیار کیا ہے اس وجہہ سے
موردِ عتاب ہوسکتا ہے اور مستحق عذاب و عقاب مثلاً کوئی شخص اپنے بیٹے سے کہے کہ ہر قسم کے بُرے
بھلے مصارف کے لیے ہم تجکو مدد و خرچ دیں گے مگر یہ یاد رہے کہ اگر اچھے مصارف کیواسطے
ہم سے روپیہ طلب کیا ہم راضی ہوں گے ورنہ ناراض باینہمہ تنبیہ گو وہ شخص موافق اپنے وعدہ
صادقہ کے بُرے بھلے مصارف کے لیے نیز صرف دے اور گو اوس کے صرف دینے کی بنا پر
وہ جملہ امور قبیحہ مرتبہ وقوع میں آئیں مگر چونکہ طرح طرح تنبیہ کرچکا در صورت اختیار کرنے مصارف
قبیحہ کے البتہ وہ شخص اپنے اوس بیٹے سے ناراض ہوگا اور ہمیشہ اوسکو موردِ ملامت کرتا رہے گا
علیٰ ہذا جناب باری عز اسمہ کیطرف سے خیال فرمایئے باقی ٹھیک بات یہ ہے کہ اوس حکیم مطلق قادر برحق
نے بمقتضائے اپنی حکمۃ حقہ و قدرت کاملہ کے پیدا کیا ہے گو باعتبار اپنی ذات کے وہ شئے قبیح ہو اور
کسی کے حق میں موجبِ مضرت مگر باعتبار مجموعۂ عالم کے کہ عبارۃ شخص اکبر سے ہے عین خیر ہے
اور خالص منفعت مثلاً خط و خال جو چہرۂ محبوب و رُخِ تاباں پر واقع ہوں گو باعتبار اپنی نفس ذات
کے قبیح اور اگر اونکو تنہا لحاظ کیا جاوے مذموم بحت معلوم ہوں مگر بلحاظ چہرۂ محبوب عین خیر ہیں۔
اور موجب افزونی ہزار حسن اور ظاہر ہے کہ خیر وہ ہے جو باعتبار مجموعۂ عالم خیر ہو اور شر وہ ہے
کہ نظر مجموعۂ عالم شر ہو آخر یہہ ہی تو وجہہ ہے کہ چور کا ہاتھ کاٹنا اور قاتل ظالم کو جان سے مار ڈالنا

گو بحق اوس چور اور قاتل کے بہت بری سزا ہے مگر چونکہ مجموعۂ سلطنت کے حق میں بڑی مصلحت ہے اور عین خیر اسی بنا پر حاکم عادل کے حق میں نہ موجب قبح سمجھا جاوے نہ از جملہ آثار ظلم شمار کیا جاوے علیٰ ہذا القیاس اس مسئلہ تقدیر کو تصور کیجئے اور یوں خیال فرمایئے کہ اوس تعالیٰ شانہٗ نے ان اشیاء کو جو پیدا کیا ہے چونکہ عالم کے حق میں سراسر خیر و منفعت ہے وہ سبحانہٗ تعالےٰ و تقدس لوث الزام سے ورا ءالورا ہے فسبحان اللہ عما یصفون و تعالیٰ عما یشرکون ہر چند کہ یہ مسئلہ دقیق ہے مگر انشاء اللہ یہ تقریر سلیس واسطے تسلی خاطر کے کافی ہے واللہ اعلم بحقیقۃ الحال ✢

ابطال تناسخ

تناسخ و آواگون جواز جملہ مسلمات ہنود ہے بنا اسکی خود ایک امر غلط پر ہے اور وہ یہ کہ عدل واجب آور اوسکو یہ ضرور کہ نیک اعمال پر نیک انجام ہو اوس کے بدلہ میں انعام ملیں اور راحتیں حاصل ہوں اور جس کے اعمال کا انجام برا ہو اوس کے عوض میں سزائیں دی جائیں اور تکالیف میں رکھا جاوے۔ باانیہمہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ بعض لوگ مدۃ العمر عبادۃ و اطاعت میں بسر کریں اور ہمیشہ ہمیشہ انواع انواع کی تکالیف میں مبتلا رہیں نہ اونکو روٹی نصیب اور نہ ٹکڑا میسر اور ظاہر ہے کہ ان اعمال نیک پر انجام بد مخالف عدل ہے ہو نہو کسی پہلے جنم میں اس روح نے برے کام کیے تھے اون کی یہ سزا ہے علیٰ ہذا برے افعال پر جو عیش و عشرت اور ہر قسم کی راحت نصیب ہوتی ہے وہ بدلا اور انعام اون اعمال نیک کا ہے جو پہلے جنم میں افعال نیک مرتبۂ وقوع میں آئے تھے اسوجہ سے اہل ہنود نے مسئلہ تناسخ کو داخل مذہب کیا اور اسکو ایک امر ضروری سمجھا مگر اول سرے سے یہ مقدمہ ہی غلط ہے کہ ہر عیش و عشرت بطور انعام و اکرام ہوا کرے اور جو رنج و دکھ ہو وہ کسی نہ کسی فعل بد کی سزا ہو ہمارے تمہارے معاملات شبانہ روزی میں بہت سے وہ امور ہیں جو اس مقدمۂ باطلہ کو رد اسکا باطل کرتے ہیں طبیب جو مریض کو ہر غذائے مرغوب سے روکتا ہے اور طرح طرح کی ادویہ و اغذیۂ تلخ و بے مزہ استعمال کراتا ہے کیا وہ کسی جرم کا الم ہے کیا وہ بدخواہی ہے خیر خواہی نہیں۔ فصّاد جو نشتر مارتا ہے یا اوستاد جو شاگردوں کو سزا دیتا ہے اور بات بات پر زجر و توبیخ کرتا ہے کیا منشا اوس کا کوئی عداوت ہے۔ قصاصاً جو کسی شخص کو قتل کیا

جاوے یا بربنا ر مرضِ آکلہ کوئی عضو کاٹا جاوے کیا وہ ظلم ہے اولاد عزیز کو جو غذائی زہر آلود نہ دیجاوے اور مصیبتِ فاقہ گوارا ہو یا جورِ اوستاد اون کے حق میں پسند خاطر ہو کیا وہ والدین کی بدخواہی ہے دشمن کو جو حلوا زہر آلود دیا وہ شیر و شکر جس میں زہر شامل ہو کہلایا جاوے یا مریض کو غذائی مرغوب الطبیعتہ جو منافیِ مرض ہو دیجاوے اور عیش و عشرت میں اوسکو رکہا جاوے کیا اوس کے ساتہ کوئی سلوک ہے اولاد دشمن کو جو بغرض محرومی کمالات و علم و ہنر و ابتری احوال جور استاد سے محفوظ رکہا جاوے اور ہر قسم کے سامانِ راحت اوس کے واسطے فراہم کیے جاویں تاکہ وہ عیش و عشرت میں منہمک ہو کر کسب کمال سے محروم رہے کیا اوسکی خیر خواہی ہے اور بنا راوس کی کسی محبت پر ہے نہیں نہیں نہ تکلیف و کلفت کو یہ ضرور کہ کبھی نہ کسی فعل بد کی سزا ہو نہ عیش و عشرت اور سامان راحت کو یہ لازم کہ کسی نہ کسی فعلِ نیک پر انعام بلکہ بعض تکالیف صورۃً تکالیف ہیں اور در حقیقت عین راحت اور علیٰ ہذا القیاس بعض سامان راحت صورۃً سامان راحت ہیں اور در حقیقت عین کلفت چنانچہ امثلہ مذکورہ بالا سے واضح تر ہے پس جب اصل مقدمہ ہی غلط بحث ہو مسئلہ تناسخ جو اسپر متفرع تہا کیونکر صحیح و درست ہو۔ فان الشجرۃ تبنیٰ عن الثمرۃ نیک اعمال پر مصائب او تکالیف ہیں رکہنا ایسا سمجھنا چاہیئے جیسے مریض کو بضرورۃ علاج و اصلاح مزاج اغذیہ مرغوبہ سے روکا جاوے یا بضرورۃ مرض استسقا وغیرہ آب و دانہ بند کر کے صعوبتہ فقر و فاقہ اختیار کیجاوے یا جیسے اولاد عزیز کو غذائی زہر آلود باوجود اصرار نہ دیجائے اور فاقہ گوارا ہو یا جور استاد بضرورۃ کسب کمال پسند خاطر ہو علیٰ ہذا زبونی اعمال پر راحتوں میں رکہنا یوں سمجھنا چاہیئے جیسے دشمن بدسگال کو بحالتہ مرض غذائیں مرغوب الطبیعتہ جو منافیِ مرض ہوں دیجاویں اور اس تدبیر سے مرض لاحقہ کو ترقی دیکر نوبت بہلاکت پہونچائی جاوے یا حلوائی زہر آلود عمدہ طور پر طیار کر کر کہلایا جاوے یہ جملہ راحتیں عین تکلیف ہیں اور اوسکی اون اعمال بد کی عین سزا۔ اور وہ تکلیفیں عین راحت ہیں اور اوس کے اون اعمالِ نیک کا نیک بدلا۔ علاوہ بریں جب عدل ہی واجب ٹہیرے۔ تو مقتضائے عدل یہ ہے کہ جس جنم میں وہ افعال نیک و بد کیئے تہے یا جس بدن میں بوساطت جن اعضا کے وہ اعمال بد یا نیک کمائے تہے وہی بدن اور وہی اعضا اون افعال نیک و بد کی سزا بہی بہگت آتے یہ کیا عدل ہے کہ کرے کوئی اور بہرے کوئی۔ مقتضائے عدل یوں تہا کہ اوس شخص کی عمر بڑہائی جاتی تا اپنی جزا و سزا و انعام و اکرام کو پورا استیفا کرتا۔ یہ کیا عدل ہے کہ کسیکو اوس کا پورا حق نہ دیا جائے اور اس کی مدت عمر کو

جس میں استیفار حقوق ہو سکتا کوتاہ کر دیا جاوے۔ منجملہ خداوند عالم کو ہر چیز پر بہمہ جہت ملک کامل حاصل ہے اور ظاہر ہے کہ تصرف ہر شے پر بقدر ملک ہو سکتا ہے پس جبکہ وہ وحدہٗ لاشریک لہٗ مالک کل اشیاء ہے ہر طرح پر تصرف کر سکتا ہے اور ہر چیز کو جیسے چاہے برت سکتا ہے گنجائش استحالہ و موقع اعتراض جب ہو جب ملک مالک مطلق میں کوئی مرتبہ نقصان کا ہو پس جب ملک کامل ہے اور جملہ حیثیات اور اعتبارات کو شامل بلحاظ قدرۃ کاملہ اور ملک تامہ اور قادر مطلق کی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ باعتبار وسعت ملکیۃ و وسعت قدرۃ اگر چاہے تو بُروں کو آرام و راحت دے اور اچھوں کو رنج و کلفت ؎

دوست سلطان ہر چہ خواہد آن کند

اسی بنا پر ارشاد فرماتے ہیں لایسئل عما یفعل وہم یسئلون مسئلہ تقدیر میں جو شبہ واقع ہوتا ہے یہ تقریر اخیر اوس کے دفع کرنے کے لیے بھی کافی ہے بالجملہ نہ عدل واجب نہ در صورت وجوب عدل یہ ضرور کہ صورۃً جو امور راحت و تکلیف کے ہیں حقیقۃً بھی وہ راحت راحت ہو اور وہ تکلیف تکلیف بلکہ صورۃً راحت حقیقۃً تکلیف اور صورۃً تکلیف حقیقۃً راحت ہو سکتی ہے۔ پھر مسئلہ آواگون ثابت ہو تو کیونکر ہو حاصل یہ ہے کہ یہ خیالات ہنود راسا غلط ہیں اہل اسلام کے ہاں ایسے خیالات باطلہ کسی طور پر ثابت نہیں۔ مثنوی شریف کا شعر جو معرض استدلال میں لکھا ہے اولاً محققین نے از جملہ ملحقات قرار دیا ہے دوسرے یہ بیان ہے حالت سلوک کا سالک کو باعتبار کل یوم ہو فی شان ہر حالت میں ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف عُروج ہوتا ہے اور ہر حالت میں جو مرتبہ کہ سالک کو نہ حاصل تھا وہ حاصل ہوتا ہے اور جو حاصل تھا وہ اوس میں محو لہذا یہ امر صادق آتا ہے کہ گویا درج کمالات ہر آن ایک جُدے قالب میں جلوہ گر ہوتی ہے ؎

کشتگان خنجر تسلیم را ✤ ہر زمان از غیب جان دیگر است ✤ حضرت مولانا علیہ الرحمۃ بھی اسی جانب اشارہ فرماتے ہیں۔ ہفتصد ہفتاد قالب دیدہ ام ✤ ہمچو سبزہ بارہا روئیدہ ام ✤ یہ شعر اسی جانب اشارہ ہے کہ وجود عالم بطور تجدد امثال قائم ہے اور بقا اس وجود کی ایسی ہے جیسے فوارہ میں ہر آن و ہر زمان میں آب دریا و آب چاہ تھوڑا تھوڑا ہو کر بقدر قابلیت لب فوارہ آتا رہتا ہے اور اس طور پر لب فوارہ ایک عرصہ تک اوس پانی سے بھرا معلوم ہوتا ہے ورنہ وہ پانی جو اول بار آیا تھا اگر دسپر تواردِ امثال نہ ہوتا کبھی فنا ہو چکا تھا پس بر بنار مصلحت تجدد امثال جو از جملہ مسلمات حضرات صوفیہ ہے اور دلائل

شرعیہ اوسکی موید مولانا بھی ارشاد فرماتے ہیں ہفتصد ہفتاد الخ
اطبا کے نزدیک بدل ما یتحلل از جملہ ضروریات ہے غذا جو از جملہ اسباب ستہ ضروریہ ہے وجملہ حیوانات
بمقتضائے طبیعت اوس کے محتاج ہیں یہ احتیاج الی الغذا بھی بضرورت بدل ما یتحلل ہے کہ بوجہ حرکات
بدنی ونفسانی جسقدر اعضا بدن میں تحلل واقع ہوتا ہے اور اجزا بدنی فنا ہوتے ہیں بذریعہ غذا اوسکا
بدلہ پہونچتا ہے اندرین صورت ظاہر بدن نظر بظاہر حال جون کا تون محفوظ معلوم ہوتا ہے ورنہ
نظر بحقیقت ہر آن میں گویا قالب انسانی اور ہے ظاہر ہے کہ جو قالب اون اجزاء فانیہ پر مشتمل تھا
اور تھا اور یہ قالب موجودہ جو ان اجزاء غذائیہ پر مشتمل ہے اور ہے پس موافق اس مسئلہ طبیعیہ کے
کہ عقل ونقل حس کی مساعد ہیں مولانا علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں ہفتصد قالب الخ بالجملہ مولانا
کے اس کلام حق کو مسئلہ تناسخ سے جو عین باطل ہے کوئی تعلق نہیں سباق وسیاق مثنوی خیر
اس دعوے پر عمدہ شاہد ہے مطابقت فرما لیجیئے۔ مگر جیسے بھو کے کو دو اور دو چار روٹیاں نظر
آیا کرتی ہیں اسیطرح پر اون ہنود صاحب نے مولانا کے کلام حق کو اپنے خیالات پر منطبق کرنا چاہا ولیکن
شتان ما بینہما فقط واللہ اعلم بالصواب۔ الکاتب احقر الزمن احمد حسن غفرلہ۔ مرقومہ ۲۶ صفر روز چہارشنبہ

القول الاعلیٰ فی رؤیۃ اللہ تعالیٰ

سوال خداوند عالم جل مجدہ کا دیدار ہوگا یا نہیں جو ہو مدلل لکھیئے اور جو شخص منکر دیدار ہو اوس کا
شرع شریف میں کیا حکم ہے ؞

الجواب بسم اللہ الرحمن الرحیم ط۔ اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل
باطلا وارزقنا اجتنابہ الحمد للہ وکفی والصلوۃ والسلام علی عبادہ الذین اصطفی **امابعد**
بندہ نحیف خادم الطلبہ احقر الزمن احمد حسن غفرلہ بخدمت سراپا الطاف میر مہدی علی صاحب سلمہم اللہ تعالیٰ
بعد سلام مسنون مدعا نگار ہے نامہ عالیہ بہ تحقیق مسئلہ رویۃ باری عزوجل پہونچا اول میں ناکارہ
اس قابل کہاں کہ کسی مسئلہ دینیہ کی تحقیق وتدقیق کے بارہ میں قلم اوٹھاؤں دوسرے ماہ شعبان مدارس

اسلامیہ کے طلبہ کے امتحان کا مہینہ ہی مجھ ہیچکارہ کے متعلق علاوہ اپنے مدرسہ کے دو ایک مدارس کے امتحان تحریری کے سوالات لکھکر روانہ کرنے تھے از انجملہ مدرسۂ عالیہ ریاست رامپور کے کل سوالات اور مدرسہ عالیہ دیوبند کے متعلق کچھ حصہ اس لیے میں بالکل عدیم الفرصت تہا اور تحریر جواب یکطرف مضمون سوال کو بھی پورا نہ دیکھ سکا اب پندرہ شعبان سے اس خدمتِ امتحان تحریری سے فراغت ملی ہے گو بعض ورقہ امتحان تقریری بعض مدارس مثلاً مدرسۂ عربیہ بریلی وغیرہ میں جانا باقی ہے اور انشاء اللہ پرسوں بروز سہ شنبہ روانہ ہو جاؤں گا ہر چند اس حالت میں کہ پا برکاب ہوں جواب استفسارات سامی شافی وکافی طور پر نہیں لکھ سکتا ہوں مگر چونکہ مدت زیادہ گذری اور مشقتِ انتظار غالباً ناقابل برداشت ہوگئی ہو اس لیے بقدر کافی کہ مصداق ما قل و دل کا ہو بجواب نامۂ سامی سطرہائے چند لکھ کر اصلاح اوسکی حوالۂ فہم ثاقب کرتا ہوں رب کریم مجکو اور میرے قلم کو لغزش وزلت سے محفوظ رکھے اور آپکے واسطے سرمایۂ سکینہ ہو آمین یارب العالمین +

بھائی جان دیدار باری عزوجل کا وقوع وثبوت احادیث صحیحہ معتبرہ سے ثابت کتب احادیث بالخصوص صحاح ستہ مسلم شریف وبخاری شریف وغیرہ کتب معتبرہ میں سے کونسی کتاب ہے جس میں احادیث رؤیتِ باری مذکور نہیں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس بشارت عظمیٰ کیساتہ کہیں باین الفاظ بشیر سترون ربکم عیاناً اور کہیں یوں سترون ربکم کما ترون القمر لیلۃ البدر لیس فی سحابۃ لا تضامون فی رؤیتہ قرآن پاک میں نیز اس مژدۂ جان بخش کے ساتہ کہیں یوں نوازا جاتا ہے وجوہ یومئذٍ ناضرۃ الیٰ ربہا ناظرہ یعنے بہت سے لوگ آج کے روز کوتر و تازہ ہوں گے اور اپنے رب کی طرف دیکھتے ہونگے۔ اور کہیں یوں بضمن زجرِ کفار اپنے بندگانِ اخلاص کی تسلی فرمائی جاتی ہے وجوہ یومئذ عن ربہم لمحجوبون یعنی بتحقیق وہ لوگ روز قیامت نعمتِ دیدارِ خداوندی سے محروم ہوں گے اور محجوب۔ یہ آیتہ کفار کے حق میں جب ہی زجر ہو سکتی ہے کہ اہل اسلام وبندگانِ خاص اس دولت عظمےٰ ونعمتِ کبریٰ دیدارِ خداوندی سے مشرف ہوں نہ درصورتِ محرومی ہر دو فریق و ناممکن ہونے دیدار الٰہی کے زاجر ہونا اس آیتہ عین ہدایتہ کا نیز ناممکن ہوگا بالجملہ نصوص قطعیۂ قرآن پاک اور احادیث صحیحہ نبی کریم صاحب لولاک صلوٰۃ اللہ علیہ وسلامہ دونوں ثبوتِ دیدار کے ساتہ ناطق ہیں علماء متقدمین میں سے باستثناء فرقِ ضالہ سلفاً وخلفاً جملہ اہلِ حق کا اوس کے وقوع وثبوت پر اجماع واتفاق ہے عقل کے نزدیک جیسے وجود باری بیچون وبیچگون مسلّم علیھذا رؤیتہ باری نیز ممکن الوجود ولو کان مجھول الکیف

پھر آپ ہی فرماویں کہ اعتقاد حقیقت اس مسئلہ حقہ کا ہم اہل اسلام کے ذمہ جنہوں نے تمامی تکالیف شاقہ
دینیہ وریاضات مذہبیہ کو اسی امید ورجا میں سہل سمجھ رکھا ہے کس مرتبہ ضرور ہے اور کس قدر از جملہ
ضروریات دین اور منکر ومعانداوس کا کس مرتبہ گمراہ اعاذنا اللہ منہ۔ بے شبہ منکراوس کا معاند ہے
اور جو بدعتی اور از جملہ فرق ضالہ ایسے کو مقتدا دین بنانا مصداق ہے حدیث نبی کریم علیہ التحیات والتسلیم
یرفع العلم ویکثر الجہل واتخذ الناس روسہم جہالاً فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا علم دین نہ کمال انگریزی ہے نہ کمال
جغرافیہ و علم دین فقہ ہست وتفسیر وحدیث الخ بلکہ ثبوت رویتہ باری پر خود جناب باری عز اسمہ کا سمیع
وبصیر ورائی ہونا دلیل کافی ہے جسمیتہ ومکان وجہتہ وغیرہ کو جیسا کہ مرئی ہونے اور رویتہ مادی کے واسطے جس دلیل سے
ضروری سمجھا جاتا ہے علیٰ ہذا رائی ہونے اور سمیع وبصیر ہونے کے واسطے یہ جملہ امور ضرور ہیں پس جیسا کہ
وہ باری عز وجل مثل ہمارے اور تمھارے انہیں سے کسی چیز کا محتاج نہیں اور ان تمامی سمات حدوث ومکان
ولوازم مرتبہ نقصان سے منزہ ہو کر تمامی اشیاء کا رائی وبصیر ہے علیٰ ہذا مرئی ومُبصَر نیز ہو سکتا ہے اوسکی
صفاتِ کاملہ ومرتبہ کمالِ ذات وصفات ومرتبہ وجوب وجود کو اپنی صفات ناقصہ ومرتبہ ونقصان
ذات ومرتبہ امکان پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے ورنہ لازم کہ ہم تمامی مخلوقات جیسے اپنے وجود میں
ثبوت جسمیتہ ولوازم جسمیتہ شکل وصورت حیز ومکان جہتہ وزمان وغیرہ وغیرہ کے محتاج ہیں وہ باری جلت قدرتہ
وتعالت عظمتہ نیز محتاج ہو وتعالی اللہ عن ذالک کلہ۔ انکار منکرین چونکہ دلائل شرعیہ وعقلیہ دونوں کے
خلاف ہے اور استحالہ عادی کے سوا کوئی دلیل عقلی یا شرعی اوسکی مؤید نہیں لہذا ناقابل التفات ہے اور تاویل
صحیح اون کے اس قول غلط کی اور اعتقاد باطل کی اس سے زیادہ نہیں کہ وہ اپنی اوس حالت ردیہ سے جو بروز
قیامت اونکو اور اون کے اسلاف کو پیش آویگی خبر صحیح دے رہے ہیں بیشک ایسے ضال ومضل اور ایسے
نابکار دولت دیدارِ خداوندی سے بالیقین محروم ہوں گے ان جیسوں کو دیدار خداوندی ہونا اور اونکا
ایسی دولت ونعمت عظمی کے ساتھ نوازا جانا تحقیقی ناممکن ہے ویقیناً محال اس تاویل صحیح کے بعد آپ کو
یا دوسرے مسلمانوں کو کسی خلجان میں پڑنا کیوں ضرور اور اون کی تردید وابطال کے درپے ہونا کیوں
لازم آپ اپنے عقاید حقہ پر ثابت قدم رہیں اور ایسے فاسد الاعمال والعقائد اور فاسد العلم والعمل کی
صحبت سے حذر رکھیں فان المرء مع من احب واللہ سبحانہ وتعالی اعلم وعلمہ اتم واحکم ؎

القول المختصر فی ابطال جسمیۃ الرب الاکبر

سوال | کیا فرماتے ہیں علمار کرام و فقہار عظام اس صورت مسئولہ میں کہ خداوند تعالیٰ شانہ کا کسی مادی صورت
ظہور فرمانا ممکن ہے یا نہیں یہ سوال امکان حلول کے قبیل سے نہیں ہے کہ خدائے پاک کسی جسم میں حلول
کرے بلکہ خود اللہ پاک جسم ہوجاوے مثلاً ایک فرد افراد انسان سے ہوجاوے اگر ممکن ہے تو کیوں اور اگر خارج
از امکان ہے تو کس برہان عقلی یا شرعی سے بینوا توجروا +

الجواب۔ یہ مسلم کہ وجود شے پر جیسے کہ اوس کے لوازم و آثار کا وجود ضروری ہے علیٰ ہذا لوازم و آثار نقیض
کا عدم ضروری پس واجب الوجود اور ازلی الثبوت چونکہ نقیض ہے ممکن الوجود اور حادث کا لہذا لازم
کہ لوازم و آثار مرتبۂ وجوب وجود و ازلیۃ وجود سب متحقق ہوں اور لوازم و آثار مرتبۂ حدوث و امکان
جملہ منتفی۔ علم و ارادہ و مشیۃ و قدرۃ و سمع و بصر وغیرہ جملہ صفات کمال کا اوس ذات عین صفات کمال
کے لیے جیسے واجب الثبوت ہونا ضروری آ ایسے ہی حدوث و امکان و جملہ سمات نقصان سے
تنزیہ و تقدیس اوس ذات مستجمع صفات کی لازم اور صفت کاملہ سبوحیۃ و قدوسیۃ کی اوس تنزیہ
کے لیے کافی دلیل چنانچہ اسی صفت سبوحیۃ کو دلیل لاکر صفات حدوث و امکان و سمات عیب و نقصان مثلاً
وجود شریک باری یا وجود ولد یا وجود لوازم بشریۃ وغیرہ سے کہیں یوں تنزیہہ فرماتے ہیں سبحانہ وتعالیٰ عما یشرکون
کہیں یوں ارشاد سبحانہ ان یکون لہ ولد کہیں یوں ہدایت کانا یاکلان الطعام الخ جسم ہونا چونکہ ہیولیٰ و صورۃ
کا محتاج یا اجزار لا تتجزیٰ سے مرکب اور ظاہر کہ وجود کل کو وجود اجزار کی حاجت اور نیز ظاہر کہ احتیاج
از جملۂ صفات نقصان بلکہ عدم پر مترتب پس وہ ذات مستجمع صفات کہ جملہ مراتب وجود و تمامی صفات کو محیط
ہے اور عدم و تمامی شوائب و سمات عدم و صفات حدوث و امکان سے بہمہ جہت منزہ جسم ہونا یا جسم ہوکر
پایا جانا اوس کا کیونکر ممکن ہو بیشک ممتنع ہے و بے شبہہ محال نیز جسم ہونے کو متشکل ہونا ضرور و غذا کی حاجت
حیز و مکان کی ضرورۃ حرکت یا سکون لازم اور ظاہر کہ تشکل بغیر احاطۂ حدود ناممکن اور احاطۂ حدود و احاطۂ
اعدام سے عبارۃ اور یہ جملہ از جملۂ صفات حدوث و منجملہ سمات نقصان بلکہ عین آثار حدوث و امکان اور
پایا جانا آثار حدوث و امکان کا فی ذاتہ تعالیٰ و تقدس محال پس جسم ہوکر پایا جانا اوس باری عز منزہ

وجل مجدہٗ کا بوجہ استلزام ان محالات شنیعہ کے نیز محال نہ تحت قدرۃ داخل اور نہ تحت مشیتہ۔ عموم قدرۃ سے محالات وممتنعات باستثنار عقلی خارج بلکہ لفظ شے کا مصداق اصلی وہ ہے جو تحت مشیتہ داخل ہو پس نہ ممتنعات ومحالات تحت ہذا العموم داخل ہیں اور نہ خود ذات وصفاتِ باری عزوجل پس جب صفاتِ باری مقدور نہیں اور ثبوت اون کا لذاتہ تعالیٰ وتقدس واجب صفتِ جسمیتہ لذاتہ تعالیٰ اگر ممکن الوجود ہوتی لازم تہا ازلی وابدی ہوکر تحقق ہوتی نہ یوں کہ اذا شار فعل واذالم یشار لم یفعل۔ بالجملہ باری عزوجل کا جسم ہوکر پایا جانا شرعاً وعقلاً طرح ناممکن ہے وبہمہ جہت محال کہ سیطرح نہ تحت قدرۃ داخل ہے نہ تحت مشیتہ۔ اور جو ممکن جانے اور جایز کہے گمراہ ہے ایمان واسلام اوس کا خطرہ قوے سے خالی نہیں کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم وھو بکل شئ علیم۔ فھو اعلم بالصواب والیہ الرجوع فی کل باب +

تفویض العلم الی الباری۔ فی حق الذراری

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ محمد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔ اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابہ۔ بندہ نحیف ہیچکارہ بلکہ ناکارہ خادم الطلبا احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ۔ بخدمت عالیمرتبت جامع الکمالات مجمع حسنات جناب مولوی سراج الدین صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ بعد سلام مسنون مینگارد نامہ کہ بنام نحیف فرستادہ بودند اول از خطا کاری چٹھی رساں کہ تازہ آمدہ بود بدست دیگراں افتاد پس انعد بریشِ من رسید ممنون عنایتم فرمودہ در بارۂ رفع تعارض احادیث

بخدمت عالی رتبہ جامع کمالات مجمع حسنات جناب مولوی سراج الدین صاحب سلمہٗ بندہ نحیف خادم الطلبہ احقر الزمن سید احمد حسن غفرلہ بعد سلام مسنون مکلف ہے گرامی نامہ چٹھی رساں کی غلطی سے جو تازہ آیا ہوا ہے دوسروں کے ہاتھوں میں جا پڑا پھر بعد مدت بندہ کو ملا تعارض احادیثِ نبویہ کے بارہ میں جو آپ تحقیق کی درخواست پر سخت حیرت ہے آپنا یہ حال کہ احادیث

چند علی صاحبہا الف الف صلوٰۃ وسلام کہ جواب تحقیقے
خواستہ اند منکہ بطور صحیح ترجمۂ حدیث و قرآن ہم کردن
نتوانم حیرانم کہ در جوابش چہ گویم مولانا مبلغ علم من
بمرتبۂ رسیدہ کہ ہنوز بر مسائل ضروریہ دین عبور ہم
میسر نیست تحقیق و تدقیق مضامین عالیہ چہ رسد
و آں ہم پیش علما را اگر گاہے سخن دلنشین بزبانم
رفتہ باشد اتفاقیست ؎

گاہ باشد کہ کودکے ناداں ٭ بغلط بر ہدف زند تیرے

پس نظر بلیاقت خویش دست من از تحریر جواب
نامۂ سامی کوتاہ بود اما چونکہ فرمودہ اند المامور معذور
تعمیل ارشاد سامی را مایہ سعادت خود دانستہ بطفیل
کفش برداری حضرات اساتذہ ہرچہ بمن ارزانی فرمودہ
اند مینگارم و اصلاحش حوالہ بفہم ثاقب مولانا در حقیقت
احادیث مندرجہ سوال باہم متعارض اند ازیں سبب
کہ علما باہم دریں بارہ اختلاف دارند مگر بزعم بندہ
واللہ اعلم بحقیقۃ الحال قول بالتوقف ترجیح دارد
و ایں قول بہ توقف نہ فقط در بارۂ ذراری مشرکین
راجح مے بینم بلکہ بحق اولاد مسلمین نیز حدیث عائشہ
رضی اللہ عنہا کہ بروایت مسلم نقل فرمودہ اند
دریں بارہ حجت کافیست و ارشاد نبی کریم علیہ
التحیۃ والتسلیم واللہ اعلم بما کانوا عاملین کہ
بحق ذراری مشرکین فرمودہ اند بر ثبوت
ایں دعوے دلیل شافی ٭

کریمہ اور آیات قرآنی کے صحیح ترجمہ پر بھی تو عبور
ہے نہیں چہ جائیکہ جوابات تحقیقی
مبلغ علم صرف اتنا کہ مسائل ضروریہ ہی پورے
مستحضر نہیں چہ جائیکہ تحقیقات و تدقیقات
مجتہدانہ وہ بھی آپ جیسے علماء کے سامنے
اگر کبھی کوئی بات پسندیدہ زبان سے نکل گئی
سو اتفاقی ہے ؎

گاہ باشد کہ کودکے ناداں ٭ بغلط بر ہدف زند تیرے

ورنہ چہ نسبت خاک را با عالم پاک لہٰذا اپنی
لیاقت پر نظر کرتے ہوئے تحریر جواب سے
قاصر تھا مگر المامور معذور پر نظر کرکے
تعمیل ارشاد کو باعث سعادت سمجھ کر
بہ برکت کفش برداری حضرات اساتذہ
جو کچھ فہم ناقص میں آیا حوالہ قلم کرتا ہوں
اور اوس کی اصلاح جناب کے ذہن رسا پر چھوڑتا ہوں
احادیث مندرجہ سوال میں تعارض ضرور ہے اسی وجہ سے
علماء مجتہدین میں اختلاف واقع ہوا مگر میرے
نزدیک قول بالتوقف راجح اور نہ صرف ذراری مشرکین
کے بارہ میں بلکہ اولاد مسلمین میں بھی توقف کو ہی ترجیح ہے
چنانچہ حدیث عائشہ جو بروایت مسلم منقول ہے اس بارہ
میں حجت کافی ہے اور ارشاد نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم
اللہ اعلم بما کانوا عاملین جو ذراری مشرکین کے بارہ
میں فرمایا ہے اس دعوی کی دلیل شافی ہے۔

وآنکه حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم
بحق صاحبزادگان خدیجہؓ فرمودند ہما فی النار
چونکہ مخصوص است بحق آن ہردو صاحبزادگان
خدیجہؓ کہ بزمان جاہلیت مردہ بودند و این
طرف جناب ختمی مآب ہرچہ فرمودہ اند۔
ہم باعانت نور وحی و باعلامِ تعالیٰ فرمودہ اند پس
بحق دیگران اگر قول بالتوقف گفتہ آید منافی
آن نیست و نباشد و نبدے ازیں بآخر این
تحریر خواہد آمد انشاء اللہ تعالیٰ۔ ارشاد ہدایت
بنیاد کل مولود یولد علی الفطرۃ الخ بظاہر البتہ
متعارض است و مذہب توقف بظاہر این
حدیث واضح مباینتہ دارد جمع این حدیث با
احادیث مندرجۂ بالا و مذہب توقف دو طور
تواند شد اول آنکہ الفاظ این حدیث را ماؤل
تباویل کردہ آید دوم آنکہ بر معانی ظاہرہ متبادرہ
الی الفہم محمول کردہ شود بیان اول آنکہ علماء
راسخین تشریح لفظ فطرۃ و بیان معانی آن اقوال
مختلفہ فرمودہ اند قیل ہی ما اخذ علیہم و ہم فی اصلاب
آبارہم وقیل ما قضی علیہم من سعادۃ و شقاوۃ و
قیل کل مولود یولد علی فطرۃ اللہ تعالیٰ والاقرار
بہ فلا تجد احداً الا و ہو مقر بان لہ صانعاً
وان سماہ بغیر اسمہ او عبد معہ غیرہ وقال
محمد بن الحسن کان ہذا فی اول الاسلام قبل ان

وہ ارشاد جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے صاحبزادوں
کے بارہ میں آپنے فرمایا ہے کہ ہما فی النار چونکہ وہ اُن
دونوں کیساتھ مخصوص ہے جو زمانہ جاہلیت میں انتقال
کرگئے تھے اوہر آپکا یہ ارشاد بھی بنور وحی و باعلام اللہ تعالیٰ
ہے پس دوسروں کے حق میں قول بالتوقف منافی اس کے نہیں
اور ہم اس کے متعلق اس تحریر کے آخر مین کچھ بحث کرینگے
گے۔ ہاں ارشاد ہدایت بنیاد کل مولود یولد علی الفطرہ
ہر بچہ پیدا ہوتا ہے فطرت پر الخ۔ بظاہر متعارض ہے اور
مذہب توقف اس کے ظاہر معنے کے بالکل مخالف پس
توفیق اس حدیث کی احادیث مندرجہ بالا اور مذہب
توقف سے دو طور پہ ہو سکتی ہے اوّل یہ کہ اس حدیث کے
الفاظ میں تاویل کیجاوے دوم یہ کہ اس کے معانی
ظاہرہ متبادرہ الی الفہم پہ اسکو محمول کیا جاوے بیان اوّل کا
یہ ہے کہ علماء راسخین کا لفظ فطرۃ میں بڑا بھاری اختلاف ہے
قول اوّل تو یہ ہے کہ ما اخذ علیہم وہم فی اصلاب آبارہم یعنے وہ
عہد جو لیا گیا ہے اون سے جبکہ وہ اپنے باپوں کی پشتوں
میں تھے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ ما قضی علیہم من سعادۃ و شقاوۃ
یعنے وہ سعادت و شقاوت جس کا اون پر حکم کر دیا گیا ہے اور تیسرا قول
یہ ہے کہ کل مولود یولد علی فطرۃ اللہ تعالیٰ والاقرار بہ فلا تجد
احداً الا و ہو مقر بان لہ صانعاً وان سماہ بغیر اسمہ او عبد معہ
غیرہ یعنی ہر بچہ پیدا ہوتا ہے اقرار الٰہی پر پس نہیں پاتے ہم کسیکو مگر
کہ وہ صانع کا مقر ہوگا اگرچہ نام اوس نے کچھ اور رکھ لیا ہو
اور غیر ذلکو اوسکی عبادۃ میں شریک کر رکھا ہو۔ اور امام

تنزل الفرائض و أمر بابهما وفلوات قبل ان يهوده
او ينصره ابواه لم يرثهما ولم يرثاه لانه مسلم وهما كافران
ولما جاز سبيه وقيل أريد به ايمان يوم الميثاق
وقيل يولد على الفطرة اى على ابتدا الخلقة فى علم الله
تعالى مومنًا كان او كافرًا فابواه يهودانه وينصرانه
فى حكم دنياه كل ذالك ملتقط من مجمع البحار
وظاهر است كه بعد ايں تاويلات نه ايں قول
با قول الله اعلم بما كانوا عاملين متعارض است
ونه با مذهب توقف و تاويل ديگر هم ممكن كه ايں
ارشاد هدايت بنياد خاص درباره احكام دنيا است
مثلاً احكام ميراث يا مولود را در مقابر مسلمين
دفن كردن ونماز بر جنازه اش ادا كردن
مطلب اين است كه بر بنار ارشاد والله
اعلم بما كانوا عاملين وبارشاد آخر خلق للجنة
اهلها خلقهم لها وهم فى اصلاب آبائهم وخلق للنار
اهلها خلقهم لها وهم فى اصلاب آبائهم وبر
بنار توقف كفر واسلام مولود هر دو محتمل بود بحكم
الاسلام يعلو ولا يعلى احتمال اسلام را ترجيح داده
ميفرمايند كل مولود يولد على الفطرة تا اگر ابوين
مولود از جمله يهود ونصارے نباشند با مولود
همان معامله نمايند كه با مسلمين البته اگر ابوين
از يهود ونصارے باشند بحكم اتباع ابوين
ومتابعت والدين هم - هم من آبائهم كافر

پس اگر کوئی بچہ قبل یہودی بنائے جانے کے انتقال
کر گیا ہو تو اوس کے والدین چونکہ کافر ہیں وارث اوس کے
مال کے نہیں ہو سکتے اور اگر والدین میں سے کوئی مر گیا ہو
تو وہ وارث نہیں ہو سکتا اختلاف دین کیوجہ سے
اور بعض فطرۃ سے ایمان یوم میثاق مراد لیتے ہیں اور بعض
کا قول ہے یولد علی ابتدا الخلقۃ فی علم اللہ مومنًا کان
او کافرًا فابواہ یہودانہ وینصرانہ فی حکم الدنیا یعنی ہر بچہ
پیدا ہوتا ہی ابتدا خلقت پر علم باری میں مومن ہو یا کافر
پس والدین یہودی و نصرانی بنا لیتے ہیں حکم دنیاوی میں
اور کل یہ اقوال مجمع البحار سے لئے گئے ہیں اور بعد ان
تاویلات کے نہ یہ حدیث اللہ اعلم بما کانوا عاملین کے
معارض اور نہ مذہب توقف کے اور ایک یہ بھی تاویل
ہو سکتی ہے کہ یہ ارشاد نبوی احکام دنیا کیساتھ مخصوص ہے
جیسے کہ وراثت مولود یا مقابر مسلمین میں دفن کیا جانا یا
نماز جنازہ ادا کرنا وغیرہ وغیرہ مطلب کلام کا یہ ہے کہ بربنار
ارشاد اللہ اعلم بما کانوا عاملین او ارشاد ان اللہ خلق للجنۃ
اہلہا خلقہم لہا وہم فی اصلاب آبائہم وخلق للنار اہلہا خلقہم
لہا وہم فی اصلاب آبائہم یعنی اللہ تعالیٰ نے اہل جنت جنت
کے واسطے اور اہل نار نار کیواسطے پیدا کئے ہیں اسحال میں کہ وہ
اپنے آبار کے اصلاب میں تھے اور بربنار مذہب توقف کفر و
اسلام مولود ہر دو محتمل تھے پس بحکم الاسلام یعلو ولا یعلی
یعنی اسلام غالب رہتا ہے مغلوب نہیں رہتا احتمال اسلام کو ترجیح
دیکر ارشاد ہوتا ہے کہ کل مولود یولد علی الفطرۃ حتی کہ اگر ابوین

مولود یہود و نصاریٰ نہوں تو مولود کو بحکم اسلام دیگر معاملہ مسلمین کا سا کیا جائے گا اور اگر یہود و نصاریٰ ہوں تو بقرینہ اتباع ابوین۔

قرار داده با مولود هم همان معامله کنند که با یهود و
نصارا چنانچه فرمودند فهما یهودانه و ینصرانه
ای فی هذه الاحکام باقی ماند بیان شق ثانی واو
تمهید مقدمات چند را میخواهد لهذا اول از ان
چند امور بطور مقدمه مینگارم از ان بعد انشاء الله
تعالیٰ باصل مطلب رجوع خواهم نمود مقدمه اولےٰ
چنانکه اتحاد لوازم دلیل اتحاد ملزوم است همچنان
اختلاف لوازم آثار دلیل اختلاف ملزوم۔
مقدمه ثانیه آثار متضاده از شی واحد صادر شدن
نتواند مقدمه ثالثه مزاج مرکب تابع جزو غالب
خود باشد مقدمه رابعه حقیقتے که از اجزا اشتی ترکیب
یافته باشد چنانکه آں جمله اجزا در قوام کل داخل
میشوند و کل در تحقق و وجود خود محتاج آنها
باشد همچناں احد الاجزا به نسبت حقیقت
جزو آخر نسبت استغنا دارد و هر واحد
در تحقق و وجود خود مستقل است و احتیاج
با آخر ندارد و احکام هر واحد جدا است و وجود هر
واحد جدا یعنی که خشت و خشب وغیره اجزاء بیت
از جمله مقومات بیت است یکی را از ان با دیگری
علاقه احتیاج نیست بلکه در تحقق و وجود خود هر واحد
از دیگری مستقل و مستغنی است بعد تمهید مقدمات
احوال انسانی را بپیش احکام خداوندی ملاحظه
فرمایند وقتی سر با طاعت می نهد و قدمی از جاده

کا فر قرار دیکر معامله والدین کا سا کیا جائیگا فابواه
یهودانه و ینصرانه سے اسی جانب اشاره ہے اب
شق ثانی یعنی معنے ظاہر پر اس حدیث کو محمول
کیا جاوے اور یہ شق چند مقدموں پر موقوف ہے
لهذا اولاً ان مقدمات کو عرض کر لوں بعد ازاں
اصل مطلب کی راہ لوں گا پہلا مقدمہ جیسے اتحاد لوازم
دلیل اتحاد ملزومات کی ہے ایسے ہی اختلاف لوازم دلیل اختلاف ملزومات
کی دوسرا مقدمہ شی واحد سے آثار متضادہ سرزد نہیں ہو سکتے
تیسرا مقدمہ مزاج شی مرکب کا تابع جزو غالب کے ہوا کرتا ہے
چوتھا مقدمہ جو شے اجزاء مختلفہ سے مرکب ہوتی ہو وہ اپنے
اجزاء کی طرف محتاج ہوتی ہے اور جملہ اجزاء
اوس کے قوام میں داخل ہوتے ہیں مگر اجزاء آ
پس باہم ایک دوسرے سے استغنا ہوتا ہے اور
ہر ایک دوسرے کے قوام سے خارج اور حکم
ہر واحد کا جدا جدا دیکھو اجزاء بیت اینٹ
لکڑی وغیرہ بیت کے محتاج الیہ اور اوس
کے قوام میں داخل لیکن ہر واحد بالنسبۃ
الی الآخر مستغنے اور ہر ایک کا حکم جدا جب
یہ تمہید مقدمات نقش خاطر ہولی۔ تو اب
انسان کو بمقابلہ احکام خداوندی ملاحظہ
فرمایئے کبھی ایسا مطیع کہ
جنید رحمہ و شبلی وقت
بنجاتا ہے۔

فرمانبرداری بیرون نمی کشند و دومے بعصیان و
و نافرمانی نے گذارد و وقتے با ہوا و ہوس و
مرغوبات نفسانی مشغول میباشد پس بحکم
مقدمۂ اولی و ثانیہ این آثار متضادہ از شئے
واحد نیست ضرورست کہ ہر ہر واحد مؤثری است
و ملزومے جدا ترکیب انسانی از چنین اشیاء
ثلثہ ترکیب یافتہ است کہ یکی ازان اثر اطاعت
و فرمانبرداری دارد و دیگری ازان اثر عصیان و
نافرمانی و ثالث اثر انہماک در ہوا نفسانی پس
متحقق شد کہ بحقیقۃ انسانی حصۂ از مادۂ ملکوتی
کہ لا یعصون اللہ ما امرہم و یفعلون ما یؤمرون
عنوانش فرمودہ اند و حصۂ دیگرے از مادۂ
شیطانی کہ کان الشیطان لربہ کفورا تعبیرش
قرار دادہ و حصۂ آخر از مادۂ بہیمی کہ بوالہوسان
نفس را بجملہ اولئک کالانعام بل ہم اضل تعبیر
کردند و حقیقۃ انسانی ازین مواد ثلثہ ترکیب
دارد و دانی کہ اطاعت و عصیان و اتباع ہوا و
ہوس و انہماک بآن چونکہ از جملہ افعال اختیاریہ
ہست صدور آن بغیر علم صورت نپذیرد و
البتہ اینقدر تفاوت ضرور کہ احکام شرع شریف
چونکہ جملہ ازان مطابق نفس الامر است و مخالفۃ
شرع شریف خواہ بپیرایہ کفر و عصیان باشد و
خواہ بلباس ہوا و ہوس ضد آن پس اطاعت

اور گاہے ایسا نافرمان کہ شیطان بھی اس سے
پناہ مانگتا ہے اور کبھی ہوا و ہوس نفسانی میں
منہمک رہتا ہے بس بحکم مقدمۂ اولی و ثانیہ یہ
آثار متضادہ شئے واحد کے تو نہیں ضرور ہے
کہ ہر ایک کے واسطے مؤثر و ملزوم جدا جدا ہوں
پس معلوم ہوا کہ حقیقت انسانی اجزاء ثلثہ سے
مرکب ہے اول تو جزء ملکوتی کہ لا یعصون اللہ ما
امرہم و یفعلون ما یؤمرون اسکی تعبیر ہے یعنی
اللہ کے حکم کے خلاف نہیں کرتے بلکہ اوس
کے موافق دوسرا جزء شیطانی جسکی کان الشیطان
لربہ کفورا تفسیر ہے یعنے شیطان اللہ تعالی
کا نہایت نافرمان ہے تیسرا جزء
بہیمی جس کا عنوان اولئک کالانعام
بل ہم اضل ہے یعنے صاحبان ہوا و ہوس
مثل چوپایوں کے ہیں بلکہ اون سے بھی
بدتر اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اطاعت و عصیان
و انہماک ہوا و ہوس افعال اختیاریہ سے
ہیں جو بغیر علم سے تو نہیں ہو سکتے البتہ
اتنا فرق ہے کہ احکام شرع چونکہ جملہ
مطابق نفس الامر ہیں اور منہیات شرع خواہ
وہ کفر و عصیان ہوں یا ہوا و ہوس
جملہ خلاف نفس الامر
پس اطاعت

و فرمانبرداری و اتباع شریعت را علم صحیح نفس الامری مطابق لضرور در افتاد و عصیان و نافرمانی و اتباع نفسانی را علم غلط از ینجا است که ادراکات عقل بحت که صاف و شفاف و سلیمہ و غیر ناوفہ باشد و بغلط کاری ظلمات وہم و خیال نہ افتادہ باشد چونکہ ہمہ با نفس الامر مطابقت دارد در احکام شریعت نیز بجمیع احکام نفس الامری نام نہادہ اند و دانی کہ مقصود از خلق انسانی عین اتباع و امتثال شرع است خود میفرمایند۔ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ پس مادۂ ملکوتی را چنانکہ نظر بمقصود بودن آن بہ تہ قلب نہادہ بودند این نورِ علم و نورِ عقل را کہ مدار اطاعت و امتثال است نیز بہ تہ قلب جا دادند و باصل قلب و شغاف قلب نہادند و وہم و خیال را ہر کار گذاری مادۂ عصیان و بوالہوسی کہ جائش حوالی قلب و بالائے قلب بود ہمہ بہ بالائے آن گذاشتند لفظ فطرۃ را کہ بمعنے انشقاق است مادۂ ایمان فرمودہ اند میفرمایند فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا و لفظ طبع کہ بمعنے مہر کردن است و از سطح بالا تعلق دارد بہ نسبت مادۂ کفر تعبیر اشان کردہ اند میفرمایند طبع کافر

و اتباع شریعت کیواسطے علم صحیح مطابق نفس الامر ضرور آور نافرمانی شرع اور اتباع نفس کیواسطے علم غیر مطابق نفس الامر ضرور تہا اسیوجہ سے اور اکات عقل سلیم جو شوائب وہم و خیال سے مبرا ہوں اصطلاح شرع میں احکام نفس الامری کے ساتہ موسوم ہوئے اور چونکہ پیدائش انسانی بغرض اطاعت و امتثال شرع شریف ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ اس کی دلیل واضح پس مادۂ ملکوتی کو مقصود اصلی ہونیکی وجہ سے تہ قلب و شغاف قلب میں جگہ دی گئی اور وہم و خیال جو بوالہوسی اور عصیان کے آلات ہیں حوالی قلب میں رہ گئے لفظ فطرۃ جو بمعنے انشقاق ہے مادہ ایمانی کی تعبیر ہے اور لفظ طبع جو بمعنی مہر کردن ہے اور سطح بالا سے تعلق رکہتا ہے مادۂ کفر کی نسبت ارشاد ہوا ہے اور طبع کافر

بریں دعوی شاہد عدلست و دلالت
واضح دارد از یں تقریر ثابت شد کہ ہر
انسان مومن باشد یا کافر از ہر دو مادہ ایمان
و کفر خمیرش کردہ اند و چونکہ بحکم مقدمۂ ثالثہ
مزاجِ مرکب تابع مزاجِ جزو غالب است
بدن انسانی را کہ از اخلاط اربعہ ترکیب یافتہ
آخر بہمین قاعدہ یکی را از اں دموی یا صفراوی
گویند و دیگری را از ان بلغمی یا سوداوی دانی کہ
ما و شما غلبہ کدام جزو را بنظر غلبۂ آثارش معلوم
میتوانیم کرد و آثار و اقوال را قبل از بلوغ
اعتبارے ندادہ اند میفرمایند رفع القلم عن
ثلثہ الحدیث معلوم شد کہ بعد بلوغ آثار جزو
ملکوتی کہ جزو ایمانی گویا عبارت از ان است
غالب خواہد شد یا آثار مادۂ شیطانی و مادۂ
بہیمی کہ جزو کفر و جزو عصیانی عنوانش میتواں
شد بغلبہ خواہد رسید البتہ عالم الغیب
والشہادہ کہ علمش محیط بکل است واللہ
علیم بذات الصدور شان اوست بمقتضائے
حکمت خود ایں ہر دو مادۂ کفر و ایمان
را کم و بیش کردہ با فراد انسانی نہادہ است
و بحکم یفعل ما یشاء و فعال لما یرید کسی را
مادۂ ایمانی غالب و مادۂ کفر مغلوب دادہ
آفرینش فرمودہ است و دیگری را بعکس آن میلند کہ مغلوب

اس کی برہان روشن ہے اس
تقریر سے ثابت ہوا کہ انسان کا
خمیر مادۂ کفر و ایمان سے ہوا ہے
اور چونکہ بحکم مقدمۂ ثالثہ مزاج مرکب
تابع مزاج جزو غالب ہوتا ہے جیسے کہ
بدن انسانی کی ترکیب اخلاط اربعہ سے
ہے اور غلبۂ آثار صفرا کی وجہ سے
صفراوی اور غلبۂ آثار دم کی وجہ سے
دموی کہتے ہیں اسیطرح سے ہم کو
مادۂ ایمانی یا مادۂ کفر کا غلبہ آثار و
لوازم کے ظہور سے معلوم ہوگا اور
آثار و لوازم قبل البلوغ شارع
کے نزدیک قابل اعتبار نہیں تو
بعد البلوغ کے آثار و لوازم سے
پتہ ایمان اور کفر کا چلے گا جیسا کہ
رفع القلم عن ثلثہ الخ سے واضح ہے
البتہ عالم الغیب والشہادہ نے
کہ جو بکل شی علیم اور علیم بذات
الصدور ہے بمقتضائے حکمت
کاملہ کسی میں جزو ایمانی غالب
رکھا ہے اور کسی میں جزو
کفر لیس وہ ابتدا سے
ہی جانتا ہے کہ یہ

اگر بمرتبہ بلوغ خواہد رسید آثار جز در غالب غالب
و آثار جز در مغلوب مغلوب باشد و بمرتبہ وقوع خواہد آمد
پس ایمان و کفر مولود کہ عبارت ازین غلبہ است
و غالب آمدن آثار ایمان یا کفر از جملہ آثار آن
نیز بعلم او تعالی و تقدس مخصوص است ازین
جا نیست کہ اللہ اعلم بما کانوا عاملین میفرمایند
ما و شما را کہ ہمچنین علم نتواختہ اند میفرمایند لا تعلم
الغیب الا ہو بغیر اعلامہ تعالی ممکن نیست کہ
بغیر از شہادت آثار کسی را داخل جماعت مومنین
سازند یا شامل زمرہ کافرین و چونکہ احادیث
درین بارہ متعارض بودند و دانی کہ اذا تعارضا
تساقطا پس در حق ما و شما گویا بواسطہ اعلامے
درین بارہ نرفتہ از ہمین است کہ اکثرے
از اہل تحقیق قول بالتوقف اختیار فرمودند
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہ دربارہ صاحبزادگان
خدیجہ ہما فی النار فرمودیا حضرت خضر علی
نبینا و علیہ السلام بحق آن طفل کہ میان اطفال
لعب و بازی میکرد طبع کافرا گفت ہمہ
باعلامہ تعالی فرمودند مسلک توقف باو
مخالفتی ندارد و اکنون بحکم مقدمہ رابعہ اگر تنہا بر مرتبہ
اصل قلب و سنخ قلب لحاظ کنیم میتوانیم گفت
کہ ہمہ را بر فطرۃ و بر مادہ ایمان مخلوق فرمودہ اند
و بہر واحد آنچنان نور علم صاف و شفاف ارزانی

کافر ہوگا اور یہ مومن اسی وجہ سے
فرمایا گیا ہے اللہ اعلم بما کانوا عاملین
بخلاف ما و شما کے کہ چونکہ بغیر اعلام
تعالی ذرہ بھر بھی علم نہیں رکھتے
بغیر آثار و لوازم کے نہ یہ کہہ سکتے
ہیں کہ مومن اور نہ کافر اور چونکہ
احادیث اس بارہ میں متعارضہ تھیں
اور اذا تعارضا تساقطا پس اکثر
اہل تحقیق نے قول بالتوقف اختیار
کر لیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
جو صاحبزادگان خدیجہؓ کے
بارہ میں ہما فی النار فرمایا اور حضرت
خضر علی نبینا و علیہ الصلوۃ والسلام
نے اوس بچے کے بارہ میں جو بچوں میں
کھیل رہا تھا طبع کافرا فرمایا یہ سب
باعلامہ تعالی تھا مذہب محققین
کے مخالف نہیں اب بحکم مقدمہ
رابعہ اگر محض اصل قلب کی
طرف لحاظ کریں تو کہہ سکتے ہیں
کہ سب فطرت اور مادہ ایمانی
پر پیدا ہوئے ہیں اور ہر
واحد کو ایسا علم حق صاف
و شفاف عطا ہوا ہے

فرمودہ اند کہ اگر آن نور علمی بصرافت خود ماند
ہر واحد را استقرار بر ایمان میسر آید و خاتمہ اش
ہم بخیر باشد اما چونکہ در ترکیب بعضے ازان مادہ
کفر را غالب نہادہ قوۃ وہمیہ و قوۃ خیالیہ اکہ مشیر
کار اوست ہم غالب فرمودہ اند لہذا آن نور علمی
بجوفتہ خود نے ماند و مشوب بظلمات وہم
و خیال شدہ بغلطی مے افتد و از جادہ حق صریح
بر طرف بودہ رو بباطل مے کشد قوۃ وہمیہ
باختراع خود مثل والد مادہ جزئیہ اختراعیہ
را پیش نہد و قوۃ خیالیہ مثل رحم والدہ عطار
صورتش کردہ این حکم جزئی اختراعی
را کہ از جملہ حقایق باطلہ است و احکام نادرصحیحہ
کہ مبوستہ وہم و خیال ہمچو مادہ و صورت
ترکیب یافتہ پیش علم کردہ باطل را
بصورت حق مے نماید ازینجا است کہ ہر دو
قوۃ وہمیہ خیالیہ را والد و والدہ قرار دادہ
میفرمایند و ابواہ یہودانہ و ینصرانہ و یمجسانہ
و یا مراد از ابوین امور خارجہ است کہ از
اصل فطرۃ او بیرون افتادہ و پیشتر گفتہ ام
کہ احد الاجزا از جزء آخر خارج میشود ہر یکی را از ان
وجودی جدا است و حکمی جدا پس بنظر آن نور
علم کہ باصل قلب است این ہر دو قوۃ
وہمیہ و خیالیہ کہ تعبیہ نمائی و ضلالت شعاری

کہ اگر وہ نورِ علم اپنی صرافۃ پر رہے تو استقرار
ایمانی اعلےٰ پیمانہ پر میسر آسکتا ہے اور خاتمہ
بالخیر ہوسکتا ہے اور چونکہ بعض کی ترکیب
میں مادہ کفر غالب رکھا ہے اسوجہ سے
قویٰ وہمیہ و خیالیہ کو جو اوس کے
معین و مددگار ہیں نیز غالب کر دیا ہے
پس وہ نور اپنے خلوص پر نہ رہا اور قوے
مذکورہ کے اختلاط کی وجہہ سے غلطی پر جا پڑ
گیا اور جادہ حق سے منحرف ہوگیا پھر
قوۃ وہمیہ نے جو بمنزلہ والد ہے ایک
مادہ جزئیہ اختراع کیا اور قوۃ خیالیہ
نے جو بمنزلہ رحم والدہ ہے اوسکو
ایک خاص صورۃ پہنا کر نور علم کے
سامنے پیش کر کے باطل کو بصورۃ
حق نمایاں کر دیا اسی وجہہ سے
ان دونوں قوتوں کو حضور انور صلعم نے
ابواہ کے ساتھ تعبیر فرمایا اور یا مراد
ابوین سے امور خارجیہ ہوں جو اصل
فطرت سے بالکل جدا ہیں اور میں پہلے
کہہ آیا ہوں کہ احد الاجزا جزء آخر سے بالکل جدا
اور ہر ایک کا وجود جدا پس وہ نور علم جو
اصل قلب میں ہے ان قوتوں سے
جو مدار غلط کاری۔

از کار پردازی آنہاست خارج خواہد شد
صحیح است آنچہ ہمیں قدر باید کہ بنظر امور خارجہ
ہر مولود بہ یہودیۃ و نصرانیۃ میرسد ورنہ
باعتبار اصل فطرۃ خود کہ مرتبہ نور علمی عبارۃ
از آنست کل مولود یولد علی الفطرۃ مگر دانی
کہ این قوۃ وہمیۃ و خیالیہ چنانکہ بہ نسبت نور
علمی خارج است ولاحق ہمچنان بہ نسبت
مجموعہ ترکیب انسانی داخل است و مقوم پس بلحاظ مجموع
ترکیب صحیح است کہ گویند کفر ہم مطبوع است وایمان
ہم باصل فطرۃ مومن بر مادہ ایمانی مفطور شدہ است
و کافر بمادہ کفر کفر وایمان جملہ از فطریات است
وہمہ از آثار ذات نہ کفر کافر از خارج رسیدہ
و نہ ایمان مومن آری چونکہ اختلاف جہات
فرق اعتبار نسبت حکم کردن ہمچو احکام متخالف
صحیح است و یکے با دیگرے متعارض نیست
واللہ علی ما یشاء قدیر وہو بکل شئ علیم
الحمد للہ کہ از شرح احادیث مستفسرہ
فراغت شدہ البتہ اینقدر باقی ماند کہ کسانیکہ
بنظر کل مولود یولد علی الفطرۃ ہر مولود را
از اہل جنت اعتقاد میکنند بآیتہ
کریمہ و ما کنا معذبین حتے نبعث
رسولا استدلال فرمودہ اند پس
اگر مسلک توقف را راجح گفتی جواب

اور ضلالت شعاری ہیں بالکل جُدا ہوگا او
اب نظر بامور خارجیہ ہر مولود کو یہودیۃ و
نصرانیۃ پر پیدا شدہ کہہ سکتے ہیں ورنہ باعتبار
اصل فطرت کے کہ مرتبہ نور علمی عبارت اوس سے
ہے وُہی کل مولود علی الفطرۃ صادق آور
یہ بھی واضح رہے کہ قوۃ وہمیہ و خیالیہ جیسے
بہ نسبت نور علمی اوس سے خارج ہے اسی
طرح بہ نسبت ترکیب انسانی جزء انسانی
ہے پس بلحاظ ترکیب اگر یوں کہیں کہ انسان کفر پر
مفطور اور مخلوق ہوا ہے اور ایمان پر بھی مومن
مادہ ایمانی پر مفطور اور کافر مادہ کفر پر اور
یہ دونوں آثار ذات ہیں نہ آثار صفات
خارجیہ تو بالکل بجا و درست ہے مگر چونکہ
ہر دو حکم بجہات مختلفہ ہیں لہذا تخالف
و تناقض نہیں واللہ علی ما یشاء قدیر
وہو بکل شئ علیم ہزار ہزار شکر اوس
حکیم علی الاطلاق کا احادیث مستفسرہ
سے تو فراغ حاصل ہوا صرف اتنی بات
باقی رہی کہ جو لوگ بحکم کل مولود یولد علی الفطرۃ
کے ہر مولود کو جنتی مانتے ہیں اور آیۃ کریمہ
وما کنا معذبین حتے نبعث رسولا
کو حجت پکڑتے ہیں مذہب توقف
والے اس کا کیا جواب دینگے

این استدلال حضرات اوشان چیست میگویم اولا درین
آیة نفی تعذیب فرموده اند نه نفی ادخال فی النار
این نمیفرمایند که ما کنا بمدخلین فی النار حتی نبعث رسولا
و دانی که دخول فی النار را معذب شدن ضرور نیست ملائکه
عذاب که بانار تعلق دارند و حیات و عقارب دوزخ که
در عین نار افتاده آنها را از معذب شدن چه کار همچنان
اگر ذراری مشرکین وغیره به نظر کفر خلقی خود بدوزخ روند
و معذب نباشند چه دور علاوه برین درین آیة انتها و غایة
این نفی تعذیب تا بوقت بعثت فرموده اند که ظاهر آن
واضح دلالت دارد که بعد از بعثة از طرف مایان تعذیب
خواهد شد و دانی که عذاب اخرویرا با میوقت بعثة چه
کار پس مراد ازین تعذیب تعذیب فی الدنیاست نه تعذیب
فی الآخرة و کلام ما در تعذیب اخرویست نه در تعذیب دنیا بالجملة
ازین آیة اگر تعذیب فی الآخرة مراد گیرند البته باین مبحث
تعلق دارد و نظر به نظائر آن احتجاج اوشان صحیح۔ مگر
جوابش همانکه بالا شده و اگر تعذیب فی الدنیا مراد گیرند چنانچه
لفظ حتی نبعث رسولا برین مراد دلالة دارد آیة مذکوره
را با مبحث معلومه تعلق نیست و استدلال حضرات اوشان
نادرست والله اعلم وعلمه اتم واحکم ✤
امید که این جمله تقریرات پریشان من ناکاره اگر پسند
خاطر افتد هو المقصود ورنه کالای زبون بریش خاوند
یا این اوراق را بمن ناکاره واپس دهند ویا چاک
کرده طعمه آتش فرمایند۔ والسلام ✤

سنئے اولا تو آیة کریمہ میں عذاب کی نفی ہے
نہ دخول نار کی۔ پس دوزخ میں رہیں جیسے کہ
ملائکہ وہاں انتظام رہتے ہیں۔ پس ملائکہ کو کون
معذب کہہ سکتا ہے حالانکہ داخل دوزخ ہیں
پس اگر آیة کے یہ الفاظ ہوتے وما کنا بمدخلین
حتے نبعث رسولا تو استدلال صحیح تھا اب جنتی
ہونے کی کوئی اور دلیل تلاش فرمائیں دوسری
آیة کریمہ میں بعثت کو غایة تعذیب قرار دیا ہے
جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عذاب دنیاوی
مراد ہے نہ عذاب اخروی اور گفتگو عذاب
اخروی میں ہو رہی ہے نہ عذاب دنیوی
میں خلاصہ یہ ہے کہ آیة کریمہ میں اگر عذاب
اخروی مراد لیں تو مبحث میں تو آجائیں گے
مگر یہ مراد غلط ہے اور اگر عذاب دنیاوی
مراد لیں تو مسئلہ مبحث سے خارج ہوا جاتا
ہے۔ پس استدلال کیسا واللہ اعلم و
علمہ اتم واحکم ✤
امید کہ اگر مجھ ناکارہ کی یہ پریشان
تقریریں پسند آئیں تو ہو المقصود
ورنہ کالائے بد بریش خاوند
یہ اوراق مجھ ناکارہ کو واپس
فرمائیں یا پھاڑ کر جلادیں
والسلام

قطعہ تاریخ وفات حضرت مولانا احمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ از حضرت مولانا محمود حسن صاحب دام مجدہ الشامی صدر مدرس مدرسہ عالیہ دیوبند

گم ہوئی ہے آج صد حسرت ہمارے ہاتھ سے
حضرت قاسم نشانی دے گئے تھے اپنی جو

سید العلما امام اہل عقل و اہل نقل
پاک صورت پاک سیرت صاحب خلق نکو

معدن علم و حکم سر دفتر اہل کمال
عازم خلد بریں ہے جسکو چلنا ہی چلو

جب شبیہ قاسمی ایسے بھی ہوئے محروم ہم
تم ہی بتلا دو کہ پھر ہم کیا کریں اے دوستو

دہر پہونچا ہے سب کو اس کا منکر کون ہے
ہاں مگر اک فرق ہے تھوڑا سا گر میری سنو

لوگ کہتے ہیں چلے علامۂ احمد حسن
اور میں کہتا وفات قاسمی ہے ہو نہو

کامل و اکمل سبھی موجود ہیں پر اوسکو کیا
جو کہ مشتاق ادائے قاسم خیرات ہو

اپنی اپنی جائے پر قایم ہیں سب اہل کمال
ہر جگہ استاد کی خالی پڑی ہے دیکھ لو

ہاں جنون اتحاد قاسمی میں بارہا
ہم کو ہم کہتے تھے من اور آپ کو کہتے تھے تو

مجمع حسرت تو ہیں درد و غم میں میں ہی تھا
فکر میں تاریخ کے سب نے کیا جب سر فرو

بادل پر یاس آئی کان میں سیکر صدا
حک ہوئی تصویر قاسم صفحۂ دنیا سے لو ۱۳۳۰ھ

دیگر از نتیجہ فکر گرامی جناب مولنا حافظ عبد الغنی صاحب مدظلہم ساکن پھلاودہ ضلع میرٹھ

ہے فخر علمائے زمن ہے سید احمد حسن
ہے حضرت استاد من رفتی جو جان من زتن

ہے ہے کجا رفت آں ہماں در خدمتت بودم دواں
تا بستہ الہ در جہاں بودیم ہمچوں جان و تن

ہے ہے چہ عزم انگیختی با رفتگاں آمیختی
جائے تو شد خلد بریں تا گفت حافظ ایں سخن

خاکے بفرقم ریختی ہے ہے چہ کردی جان من
در بزم قاسم علم دیں ہاں گشت شمع انجمن ۱۳۳۰ھ

قطعہ تاریخ طبع کتاب نایاب موسومہ افادات احمدیہ از جناب مولوی سید حبیب احمد صاحب افق امروہوی

کشید در چشم سرمہ شرع بیں کمالات احمدیہ
فیوض علمش اگر بخواہی بخواں مقالات احمدیہ

چو فکر تاریخ طبع کردم ز غیب ہاتف ندا بدادم
افق بگوئی کہ چاپ گشتہ زہی افادات احمدیہ ۱۳۳۳ھ

قطعہ تاریخ طبع کتاب از نتیجہ فکر تقدس مآب جناب قاضی ظہور الحسن صاحب ناظم سیوہاروی

طبع ایں مجموعۂ نادر چو شد
از افاضات امام المسلمین

حضرت احمد حسن قطب زمن
فخر آل رحمۃ للعالمین

طبع ناظم جست چوں تاریخ سال
گفت ہاتف مطلع خورشید دیں

۱۳ ھ ۳۳

ضروری التماس

حضرات! اسمیں شک نہیں کہ بزرگان اسلاف کی یاد تازہ رکھنے۔ اون کے مواعظ و معلومات سے مستفید و مستفیض ہونے اور ان کے حالات و واقعات سے آگاہ و خبردار اور اون کے افعال و اقوال سے سبق آموز ہونیکا بہترین طریق اون کے سوانح کی ترتیب و ترویج اور اونکی تالیفات و تصنیفات کی اشاعت ہے! "افادات احمدیہ" جو آج کتابی صورت میں آپکے پیش نظر ہے انہیں اغراض و مقاصد کی فی الجملہ تکمیل اور اسی مدعا و مقصود کی ایک عملی تکمیل ہے۔ ہمیں اسکی ستایش و تحسین میں اوراق رنگین کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ حضرت فخر المحدثین سند المفسرین رئیس الاذکیا زبدۃ الاصفیا مولانا حاجی سید احمد حسن صاحب محدث امروہوی (رحمۃ اللہ علیہ) کے نام نامی و اسم گرامی کی عظمت و شہرت ہمکو لفظی تحسین و ستایش کی سطحی نمایش و زیبایش سے مستغنی بنانیکے لیے بہت کچھ کافی ہے۔ اور یہ مختصر کتاب "مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید" کی معروف و مشہور مثال کی صحیح مصداق ہے +

جسنے حضرت مولانا مرحوم کو دیکھا ہے وہ بخوبی جانتا ہے کہ حسن صورت و سیرت اور فضایل و کمالات ظاہری و باطنی کے بہت کم مدارج و مراتب ایسے ہونگے جو قدرت کے فیاض ہاتھ نے مولانائے مرحوم کو عطا نہ کیے ہوں۔ آپ حسن و جمال صوری اور فضل و کمال معنوی کی ایک مجسم تصویر ہی نہیں بلکہ محاسن اخلاق اور محامد اوصاف میں بزرگان اسلاف کا صادق نمونہ تھے۔ آپ کی فصاحت و بلاغت اور خداداد ذہن و ذکاوت کی نسبت ہم بجز اس آیت شریفہ کی تلاوت کے اور کچھ نہیں کہہ سکتے کہ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم؂ ایں سعادت بزور بازو نیست + تا نہ بخشد خدائے بخشندہ۔

آپ حضرت قاسم العلوم والخیرات مجمع الحسنات والبرکات مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی (قدس سرہ العزیز) کے سچے جانشین اور قاسم ثانی سمجھے جاتے تھے۔ اور جو خوبیاں مجموعی حیثیت سے آپ میں موجود تھیں وہ ایک شخص واحد میں بمشکل مجتمع نظر آسکتی ہیں آپکے اوصاف جمیلہ کے شمار اور خدمات جلیلہ کے اظہار کے لیے ایک مبسوط کتاب درکار ہے مگر مجھے صرف یہ امر گوش گذار کرنا ہے کہ ان معدودے چند اوراق میں (جنکو آپکے فتاوی و تحریرات کے کثیر و وافر ذخیرہ سے وہی نسبت ہے جو ذرہ کو پہاڑ اور قطرہ کو بحار سے۔ رویۃ باری تعالی۔ ابطال جسمیۃ باری تعالی۔ تقدیر۔ تناسخ۔ خطبۃ۔ شق القمر جیسے اہم اور معرکۃ الآراء مباحث و مسائل کے علاوہ وہ بسیط تقریر بھی شامل ہے جو مولانائے مرحوم نے قصبہ نگینہ کے عظیم الشان مناظرہ میں بمقابلہ آریہ سماج اثبات توحید و رسالت کے متعلق زبردست اور پرزور عقلی دلایل کے ساتھ بیان فرمائی تھی اور مخالفین بھی آپ کی فصاحت بیانی و طلاقت لسانی پر شیفتہ و فریفتہ ہو کر بول اٹھے کہ "یہ تقریر ایمان لانیکے قابل ہے"

اور ان کا مطالعہ موجودہ زمانہ کی ضروریات کے لحاظ سے علمی مذاق رکھنے والے حضرات کے لیے خصوصاً اور تمام اہل اسلام کے لیے عموماً مفید بلکہ از جملہ واجبات ہے۔

اس مقام پر میرا فرض ہے کہ اپنے واجب التعظیم والتکریم ابن العم مولوی حافظ قاری سید محمد سلمہ خلف الرشید مولانائے مرحوم کی سپاس گذاری کا حق ادا کروں جنہوں نے بعض معزز و محترم صحاب کے اصرار سے تعمیل ارشاد اور طلب ثواب کو مد نظر رکھتے ہوئے اس رسالہ کو بسعی بلیغ اور بصرف کثیر طبع کرایا۔ اور صاحبزادہ موصوف کی قابل قدر توجہ اور لایق تشکر التفات اور علم دوست حضرات کی قدردانی و جوہر شناسی سے اوس مبارک وقت کے جلد از جلد آنیکا متوقع ہوں جبکہ مولانائے مرحوم کے فتاوی و تحریرات کے گرانقدر و بیش بہا جواہرات "افادات احمدیہ" کے متعدد و مختلف حصص کی شکل میں زیور طبع سے آراستہ ہو کر نور افزائے چشم مشتاق و سرور افزائے شوق عشاق ہوں +

احقر الزمن محمود حسن حسینی امروہی غفرلہ

(طبیہ کالج۔ دہلی)